

ہدیہ مولانا صاحب راجہ محمد صالح مسلم شفیق -
رَمُوزُ الْوِکَالَتِ

دیوانی اور فوجداری مقدمات کی پیروی - گواہی دینا

اور

اونپر کراس ایکزمنیشن لینے سوالات جمع کرنے کی نسبت ہدایتیں وغیرہ

مُصَنَّف

رچرڈ ہیرس اسکور

دکیل ہر بیٹھی حقوق قصیدہ ہند

متعلقہ حلقہ میں پبلشر



مولوی محمد حسین صاحب

مددگار نظم و قریشی عالیجناب اب سین الہام مال و فوج سرکار عالی نظام الملک و

مترجم کتاب امیر علی ٹانگ - رسالہ تعلیم و تربیت

انتظام خانہ وغیرہ - وائیٹر رسالہ معلم شفیق

یہ کتاب انگریزی زبان میں نو بار طبع ہو چکی ہے جس سے اسکی ہر کپی وقت کا اندازہ ہو سکتا ہے

جلد حقوق محفوظ ہیں

مطبوعہ معلم شفیق واقع بازار تیزی عمر علی خانہ حیدر آباد کراچی

نوبل ایڈیشن کا دیباچہ

اس ایڈیشن کے عنوان ٹیکٹکس (ترتیب) میں جو باتیں ہیں
 دوج کی ہیں وہ کی طرح عمل کے مخالف نہیں۔ وہ تو مشاہدہ کے نتائج ہیں۔ اور
 جن دکلاء کا حوالہ میں نے دیا ہے ان کے طریقہ عمل کا مقابلہ کرنے سے ان امور کی
 جانچ پر تال کی گئی ہے

ذرا سی بات بھی جو تجربے سے حاصل ہوتی ہے اس نوجوان
 بسیرے کے کارآمد ہو سکتی ہے جو ایڈوکیٹ ہونا چاہتا ہے اور اس فصل میں
 جو باتیں جمع کی گئی ہیں ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی بات اس کو کارآمد ہو

رچرڈ ہیرس
 لمبا بلڈنگ - ٹیمپل
 اکتوبر - ۱۹۶۹ء

محب حسین مترجم
 حیدرآباد دکن
 جولائی - ۱۹۷۰ء

اٹھوین ایڈیشن کا دیباچہ

رموز الوکالت کا جدید ایڈیشن چھاپنے کے وقت ایک یادو امپر جو خود اس کتاب میں درج نہیں ہیں چند خیالات ظاہر کرنے کا شاید ایک مناسب موقع ہے۔ جب ایک مرتبہ بھی یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ دوسرے فنون کی طرح وکالت کے بھی خاص قواعد ہیں گو وہ قلم بند نہ ہو ہوں۔ تو پھر ہر طالب علم وکالت کو ان قواعد کے دریافت کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور اپنے پریکٹس (عمل وکالت) کو ان کے بموجب درست کرنے کی سعی کرنی چاہئے۔ اگر کر اس ایگز امینیشن (جرح) گواہ کو اس قدر دق کرنے کا محض ایک چٹکلا نہیں ہے کہ جس سے اس کے ہوش و حواس جاتے رہیں یا وہ پریشان خاطر ہو جائے۔ تو پھر وہ کیا ہے؟ مگر اس ایگز امینیشن وہ نہیں ہے جو (۱) اس شہادت کو جو تمہارے متوکل کے خلاف دی گئی ہے ایک ایسے عمدہ پہلو سے دکھاتا ہے جو اس کے لئے نہایت ہی مفید ہے (۲) جو بشرط اسکان اور عاتحات کو ظاہر کرتا ہے جن سے تمہارا فریق مخالف گزیر کر گیا ہے اور انہیں شہادت میں شامل کرتا ہے اور (۳) جو حسب ضرورت گواہ کے بیانیوں

میں اختلاف کی بنیاد قائم کرتا ہے۔ اس لئے ان تین امور کے متعلق تین بڑے قاعدے ہیں اور ان میں سے کئی چھوٹے چھوٹے قاعدے نکلتے ہیں۔ اس مغز اور عظمیٰ کے اور دوسرے شعبوں کی نسبت بھی اسی طرح کے خیالات پیدا کئے جاسکتے ہیں۔ اور ان قواعد کے خوب اچھی طرح سمجھنے اور ان کے ہر دم استعمال ہی سے آدمی لائق وکیل بنتا ہے۔

یہ قاعدے جانے بغیر پیکش لینے عمل سے مرع بے ترتیب اور بے سلیقہ عادتیں پیدا ہو کر نچستہ ہو جائیں گی۔ افسوس ہے کہ جس وکیل نے ان قواعد کو خوب اچھی طرح نہیں سوچا سمجھا ہے وہ جس اثر کو اپنی تقریر یا سوالات سے پیدا کرنا چاہتا ہے اکثر اویکا مخالف اثر پیدا کرتا ہے۔

جب سچے اصول پر کوئی وکیل مقدمہ لڑاتا ہے تو اس سے جو

ہست سے فائدے حاصل ہوتے ہیں ان میں پبلک کے وقت کی کفایت اور

شاید خراج کی بچت بھی داخل ہے۔ اس سے برسوں پہلے کسی حکم کی تسخیر یا جلا

میں لکشتہ گھنٹوں میں فضول اور بیکار بجشیں سستی پڑتی ہیں۔ اور ہمیں

طول و طویل لفظی تکراروں اور بے نتیجہ بڑبڑانے کی طرف توجہ کرنے کی پرتی

تھی۔ اور چار تھکے ماندے حجوں کو نہایت ہی خفیف باتوں کی نسبت

بے معنی اور جعل و سلیپ اور حجتیں تنے کی تکلیف اوٹھانی ہوتی

تھی۔ اور اس ذریعے سے انہیں اپنی غلط و نبرگی کا جرم ادا کرنا

اگر کوئی صرف اس بات کو سوچے کہ اکثر مقدمات میں کتنا تھوڑے واقعات ہوتے ہیں تو اس کو اس امر سے تعجب ہوگا کہ ان واقعات کے ظاہر کرنے کے لئے بہت ہی کم سوالات ضرور ہیں اور اگر وہ اس سے بھی زیادہ اس امر پر غور کر لے کہ اکثر مقدمات میں بہت ہی تھوڑے سوال جسج میں مفید ہوتے ہیں اور بہت سے سوالات یقیناً سخت مضر ہوتے ہیں۔ تو اس کو معلوم ہوگا کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہونے کے پہلے دو باتوں کا تصفیہ کرنا کس قدر ضرور ہے۔ اول۔ کس قسم کے سوالات کرنا چاہئے۔ اور دوم۔ کس طرح سے انہیں کرنا چاہئے۔ یہی دو امر بہت سی ایسی چیزیں یا تقریریں ہیں بھی ملحوظ ہو سکتے ہیں۔ بہت کچھ سے کوئی فائدہ نہیں۔ جو کچھ تم کہتے ہو اس پر تمہاری تقریر کی قدر و نسبت مبنی ہے۔ اور تمہارے طرز بیان پر تمہاری تقریر کا زور بہت کچھ منحصر ہے۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ تقریر کا اثر اس کی صفائی اور اختصار کے اندازہ سے ہوتا ہے۔ نہ کہ کثرت الفاظ کے لحاظ سے۔

وکالت کو ایک فن کی حیثیت سے سمجھنے میں ایک دوسرا فائدہ یہ ہے کہ خذناک علیہون سے حفاظت ہوتی ہے۔ الغرض عام طور پر رکھا جاسکتا ہے کہ جو شخص کسی کام کو فقط عمل ہی کے ذریعہ ہی کیٹتا ہو وہ عموماً اس میں

غلطی کر گیا اور صرف اتفاقیہ اس کو صحت کے ساتھ انجام دیا۔

جو کوئی ایک غلطی سے بچتا ہے وہ تکمیل سکے راتے کو ایک قدم طے کرتا ہے۔ اور یہی اس قدر کافی مشاہدہ کیا ہے جس سے مجھے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قواعد فن وکالت پر غور کرنے کے بغیر عمل یا پریکٹس نسبت غلطیاں دور کرنے کے غلطیوں کا زیادہ تر معین ہے

اس دیباچہ میں ایک اور بات کا درج کرنا بھی خلاف موقع و محصل نہ ہوگا کہ بعض اشخاص ایک غلطی میں پڑے ہوئے تھے اور اب بھی پڑے ہیں۔ یہ غلط فہمی جس قدر جلد دور کی جائے گی اس قدر وہ عدل و انصاف کے حق میں مفید ہے اس سے میری مراد یہ مہمل دعویٰ ہے کہ جن بات پر تم حرج نہیں کرتے اس کو تم تسلیم بھی کرتے ہو۔

واقعی ایسا ایک قاعدہ گڑھ لینے کا اختیار حاصل ہے اور اگر مجلس اضعاف قانون اجازت دے تو اس طرح اس قاعدہ کے بنانے کا بھی اقتدار حاصل ہے کہ جو کوئی سب سے زیادہ دیر تک تقریر کر لے اسی کی طرف فیصلہ کیا جائے۔ لیکن یہ قاعدہ یا یہ عمل یا جبکہ وہ ہونہم عام کے خلاف ہے اور اسوجہ سے نہایت ہی قابل نفرت ہے۔ یہ صحیح نہیں کہ جس بات پر تم حرج نہیں کرتے اس کو تم تسلیم

کرتے ہو۔ اگر یہ صحیح ہو تو جو انہی شخص ہماری زبان نہیں جانتا۔ اور جس پر کوئی مقدمہ دائر کیا جاتا ہے وہ ضرور مجرم قرار دیا جائیگا البتہ ملکیہ عدالت میں کوئی مستہجم حاضر نہ ہو۔ یہی حال اس شخص کا بھی ہو گا جو اپنے مقدمہ کی آپ خود پیروی کر لے گا۔ اور جس طرح کر کے اپنے آپ کو زیادہ تر احمق بنانا نہ پسند کرے گا۔ درحقیقت وکالت کے اس اولڈ فیشن مکتب کی تعلیم کا یہ باقی ماندہ قاعدہ ہے جہاں سوائے برے طریقوں کے اور کچھ نہیں سیکھایا جاتا تھا۔

کسی امر کے تسلیم کرنے کے سہل نسخے کو میں مانتا ہوں اور یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ جس طرح نہ کرنے سے یا اور کسی دوسرے طریقہ سے جسے تم پسند کرو تم ظاہر کر سکتے ہو کہ تمہیں فلان بیان سے کوئی مخالفت نہیں۔ لیکن چٹ پٹ یہ نتیجہ بحال لینا خلاف انصاف اور لغو اور مہمل ہے کہ جب تم جس طرح نہیں کرتے تو تم ضرور تسلیم بھی کرتے ہو فرض کرو کہ ایک بہت بڑا مغز آدمی کتب لینے پر پادری حلف کرے کہ ”ایک خبلمین (شریف آدمی) نے لندن کے ریلوے پلیٹ فارم پر میری جیب کتر لی ہے“ یہ بھی فرض کرو کہ ملزم کی بریت کے لئے ایک نہایت ہی معتبر الابی (شہادت صفائی) ہمارے پاس موجود ہے اب ہم ان صاحب سے پوچھتے ہیں جنہوں نے دس منٹ

رموز الکالت
 بھی کبھی رموز فن و کالت پر غور و فکر کیا ہے کہ وہ لیب لینی پر پوری
 سے کیا سوال کرینگے۔ اگر وہ کر سکتے ہیں تو صرف ایک ہی بات کہی جا سکتی ہے
 اور اگر وہ نہیں کر سکتے ہیں تو مجھے اون سے وکالت کی بڑی امیدیں ہیں۔

اگر ہم لیب پر جج نہ کریں تو کیا یہ کوئی دلیل ثبوت جرم ہے؟
 اولد فٹین (قدیم وضع کے) قانون دان (الار) اثنی عشر اسکو جرم کا تسلیم کرنا
 سکتے ہیں۔ باوجودیکہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ سرقہ متدعوہ
 کے وقت ملزم صدر لینڈ شار کے شمال میں اپن لیب اور لارڈ چین سلر
 کے ساتھ موجود تھا۔ تم اون دونوں شخصوں کو طلب کرتے ہو۔ کچھ مضائقہ نہیں
 تمہیں ضرور جج کرنی چاہئے۔ قاعدہ یہی ہے مگر براہ کرم یہ تو بتا دو
 کہ کیا سوال کرنا چاہئے۔ کیونکہ میں اس بات کا صاف صاف اقرار
 کرتا ہوں کہ ملزم کے فائدے کے لئے میرے ذہن میں تو کوئی مفید
 سوال نہیں آتا۔

لیکن اب اسکے برعکس صورت فرض کرو۔ یعنی جس وقت
 لیب کی چوری ہوئی تھی اس وقت ملزم لیب کے قریب پلیٹ فارم پر موجود
 تھا۔ ایسی صورت میں البتہ کچھ حرج ہو سکتی ہے۔ اور وہ بھی صرف
 ایک ہی امر پر جسے ہر شخص جانتا ہے۔ لیکن اگر بالکل حرج نہ کی جائے
 تو اس سے کسی امر کا تسلیم کرنا لازم نہیں آتا۔ اور کوئی جوری سے یہ

یہ نہیں کہہ سکتا کہ ملزم نے اپنے الزام کا صاف اقرار کر لیا ہے۔ گو ملزم کی طرف سے جو کچھ جوری سے کہا جا سکے گا وہ فطرتاً اوسی امر کی نسبت کہا جا سکے گا جس پر حرج ہو سکتی ہے۔ مگر مجھے یقین نہیں کہ اگر اکزامیشن پانچ (اٹھارہ فریق اول) اچھی طرح کیا جائے گا بشرطیکہ اسکی نیک چلتی نہایت ہوگی ہو تو اس صورت میں کہ اس اکزامیشن فضول نہ ہوگا۔ لیکن خواہ یہ فضول ہو یا نہ ہو کسی مقدمے میں اس امر کی نسبت کہ چونکہ حرج نہیں کی گئی اسلئے بیان تسلیم ہے۔ جوری کے سامنے تشریح کرنا مناسب نہیں اور نہ اسکو کسی ملزم کے مقابلے میں کبھی پیش کرنا چاہئے۔

مقدمہ کی سپردی میں اسکا جائنا سب سے زیادہ مشکل ہے کہ کن کن امور سے بچنا چاہئے۔

(مستند مستحق) رچرڈ سن

لمبا بلڈنگ ٹیمپل

دسمبر ۱۸۹۶ء

عبد حنین مقرر جم

حیدر آباد دکن

اگست ۱۸۹۲ء

پھلی اڈیشن کا دیباچہ

وکالت کا کوئی مدرسہ موجود نہیں۔ وکالت پر کوئی لیکچر پائے نہیں جاتے۔ اور جہاں تک مجھے تحقیق ہو سکا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس فن کی کوئی کتاب بھی موجود نہیں۔ ایک نئے پریسٹر کو آپ اپنا راستہ ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ جس میں اکثر بڑے بڑے فائدوں کا خون ہوتا ہے۔ اور بہت سے بدقسمت موکلون کی تسربانیاں دی جاتی ہیں چنانچہ اس فن وکالت کو ذرا ہی نہیں سیکھا۔ اسلئے وہ اپنے موکلون کے حقوق کی حفاظت کرنے کے کام میں خود اون موکلون سے زیادہ تر لائق نہیں۔ اٹا مقدمہ کی غالطی نونی صورتوں میں جہاں تک کہ اسکی قانونی واقفیت اسکو مدد دے سکتی ہے۔ مجھے تو سخت افسوس معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسے فن کی نسبت کچھ ہدایتیں نہ کی جائیں جسکے لئے تقریباً بے انتہا علم کی ضرورت ہے۔ طرز عمل سیکھا یا نہیں جاسکتا وہ تو تجربے سے حاصل ہوگا۔ اور بہت کچھ تجربہ ہدایتوں یا قاعدوں کے پیرائے میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ ایک لائق و فائق۔ مشہور و معروف نوجوان وکیل نے کہا۔ مجھے اس قدر کبھی کسی لیڈر (وکیل

اول جو ہادی یا رہنما ہوتا ہے (کی احتیاج نہ معلوم
 ہو ہی تھی جس قدر کہ اوس ڈاکٹر پر سوالات جرح
 کرنے میں معلوم ہو ہی تھی) اس کا کیا باعث ہو گا جس امر
 کی نسبت وہ جرح کرنی چاہتا تھا۔ وہ بہت صاف اور سیدھی بات تھی۔
 برہنہم اگرچہ یہ دریافت طلب سوال تھا کہ آیا فلان شخص ایک خاص وقت
 میں فاتر العقل تھا یا صحیح العقل؟ لیکن اس کی ہدایت کے لئے کوئی قاعدہ
 یا اصول موجود نہ تھا۔ اور وہ اوہر اوہر ہٹکتا پرتا تھا۔ میں نے اس
 امید سے مندرجہ ذیل رموز مثبتی و کیلون کے لئے لکھے ہیں کہ جو کچھ
 باتیں مجھے اپنے ذاتی تجربے سے حاصل ہوئی ہیں ان میں سے بعض
 انہیں بکار آمد ہو سکتی ہیں۔ اور اس میں ان جندی و کلام کا کوئی تصور
 نہیں کہ وہ وکالت کے اس بہت بڑے عمل شعبہ سے ناواقف ہیں۔

مصنف

لمبا بلڈنگ ٹیمپل

مسترحم

بلدہ حیدرآباد دکن

رموز الوکالت

فصل

آغاز مقدمہ مدعی

بت بڑے پس و پیش کے ساتھ یہ کتاب رموز الوکالت میں نے صاحب مطبع کے حوالہ کی۔ ایسے ایک مشکل مسئلہ پر قلم اٹھانا پہلے مجھے میرے احاطہ لیاقت سے کسی قدر باہر معلوم ہوا۔ مگر زیادہ غور و فکر کے بعد میری یہ رائے قائم ہوئی کہ کسی شخص کو ضرور نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ایک بت بڑا ایڈوکیٹ محض اسوجہ سے تصور کرے کہ وہ طلباء کے فائدے کیلئے چند باتیں لکھتا ہے جو سالکان طریق وکالت کی طرز کار و ذاتی بغور ملاحظہ کرینے حاصل ہونی ہیں۔ کسی کتاب کی نکتہ چینی کیلئے فن تصنیف کی اعلیٰ قوت کا موجود ہونا ضرور نہیں۔ یا جو بڑے بڑے استادوں کے ہاتھ کی تصویریں۔ ”سائل الکیڈمی“ (شاہی تصویر خانہ) کی دیواروں پر وقتاً فوقتاً لگائی جانی بین انگلی خوبصورتی دیکھنے کے لیے فن مصوری کی بہت بڑی قابلیت درکار نہیں۔ مثلاً ایک خوبصورت مین بڑھایا گیا ہے کہ ایک جیتا لال حبیب کا تازی پکڑی ہوئی مچھلیوں کی ٹوکری

میں رکھا ہوا ہے۔ اس تصویر کو دیکھ کر صرف ایک مصور ہی یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ وہ ایک بہت بڑے مصور کے ہاتھ کی کھینچی ہوئی ہے بلکہ ایک نہایت ہی معمولی آدمی بھی اس بات کو تیز کر سکتا ہے جن حضرات کے کمالات میں نے بنظر استفادہ دیکھے ہیں اور جن صاحبوں کے غیر معمولی حرکات کو میں نے استعجاب کی نگاہ سے معاینہ کیا ہے انہیں یہ کیوں خیال کرنا چاہیے کہ میں اس پیشہ وکالت کے حسن و قبح جانچنے کے لیے ایک غیر معمولی لیاقت اور ایک اعلیٰ درجہ کا مشاہدہ کر نیوالا دل رکھتا ہوں اور عام قابلیت اور معمولی ذہن سے زیادہ کسی چیز کا دعویٰ کرتا ہوں۔

بہت سی عمدہ باتیں میرے مشاہدہ میں آئی ہیں جن پر میرا دل لوٹ گیا ہے اور شاہد میں نے اولے فائدہ بھی اٹھایا ہے۔ اور نوجوان مصوروں کے ہاتھ کے کھینچے ہوئے بہت سے لال جھینگے بھی نظر سے گزرے ہیں اور مجھے خیال پڑتا ہے کہ شاید اس مشاہدہ نے مجھے بھی بعض نہایت ہی خوبصورت سرخ رنگ کے جھینگے کھینچنے سے باز نہیں رکھا۔ چونکہ میری دانست میں ادنیٰ نوجوانوں کیلئے جو پیشہ وکالت میں عزت و آبرو (فن وکالت کا ماہر ہونا اس پیشہ کی سب سے بڑی عزت ہی) پیدا کرنا چاہتے ہیں بالفضل کوئی ایسی کتاب موجود نہیں جو ان کی ہادی اور رہنما خیال کیجائے اس لیے میں چند ہدایتیں اوس کے غور و فکر کیلئے پیش کرتا ہوں۔ یہ ہدایتیں کلیات مسلک کی طرح پیش نہیں کی جاتی ہیں بلکہ برعکاس

اسکے جب ان ہدایتوں کے موضوع کی وسعت اور رفعت پر نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ ہدایتیں اس تيقن کے ساتھ ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں کہ وہ نامکمل اور ناقص ہیں لیکن اگر ان ہدایتوں کے مطالعہ سے نوجوان وکلاء پیشہ وکالت کے خوفناک غار معلوم ہو جائیں۔ یا اونکی اچھوتی اور نامستعمل قوتوں کو ہدایت ہو تو اس وقت اللہ تعالیٰ اسباب سے خوشی حاصل ہوگی کہ ان ہدایتوں کے طبع میں جو مجھے تردد تھا وہ دور ہوا۔

تمام پیشوں کی راہیں تجربے سے صاف ہوتی ہیں مگر اس قدر کثیر واقعات اتفاقی میری نظر سے گزرے ہیں جو باعث نا تجربہ کاری پیدا ہوتے تھے کہ بعض ایسے اصول کا بہانہ لکھنا مفید نظر آتا ہے جو بڑے بڑے اعلیٰ درجہ کے وکیلوں کے رہبر معلوم ہوتے ہیں اور جو بوجہ کثرت استعمال اور فوائد کے میرے دل کو تو اعدا کلیہ معلوم ہوتے ہیں گو یہ قاعدہ قید قلم میں نہیں آئے گا مگر وہ قابل انضباط اور لائق تدوین ہیں اور واقعی وہ اس لائق ہیں کہ اونکی پیروی کی جائے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ اس سے کسی کو بھی انکار نہ ہو گا کہ ایک نا تجربہ کار وکیل بہت سے اچھے مقدمہ بھی ہار دیتا ہے۔ اور ایک نا تجربہ کار اور ہنرمند وکیل برا مقدمہ بھی جیت لیتا ہے۔ گو تمہارے ہاتھ میں معمولی ہی پتے ہوں مگر تمہیں گنجے کی ہتھری جیتنے کا بہت کچھ موقع حاصل ہو۔ اس لیے ہر ایک وہ بات کسی قدر ضرور قابل لحاظ ہے جو قاعدہ کے پیرائے میں لکھی جا۔ اور جو ایک نوجوان وکیل کو فائدہ پہنچا سکے نیز یاد آوے ایک غلطی سے محفوظ رکھے۔ یا کسی مقدمہ کو خوش اسلوبی کے ساتھ چلائے میں

اب میں اس کتاب کے مطالب کو اس مسئلہ کے ساتھ شروع کرتا ہوں کہ عمدہ وکالت کی جڑ عقل سلیم ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں کسی کو بھی زیادہ بحث و مباحثہ کی گنجائش نہ ہوگی۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص تیز اور طرار ایڈوکیٹ ہو۔ اور وہ کامیاب بھی ہو۔ مگر اسکی تیزی اور طراری کی چمک مک سے کسی نا تجربہ کار کی راہ پر کوئی روشنی نہ پڑے گی برعکس اسکے ممکن ہے کہ اسی تیزی و طراری کی دلفریب ادائیں اس نا تجربہ کار کو گمراہ کر دیں اور اسے خوفناک غلطیوں کی طرف بدگالے جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی ذہین و طبیع ایڈوکیٹ دلیر اور منہ پھٹ ہو اور اس صفت کی وجہ سے وہ مقدمات جیت لے یا اگر ناکام ہو تو اپنی اس ناکامی کو اوستانہ اور پر زور کوششوں کے پردے میں چھپا دے۔ لیکن اگر کوئی معمولی آدمی ایسے ذکی الطبع ایڈوکیٹ کی تقلید کریگا اور اس میں ناکام ہوگا تو یہ ناکامی نہایت ہی بھدی اور بدنام معلوم ہوگی۔ انسان کے ہر کام میں عقل سلیم بہت ہی کارآمد چیز ہے اور پیشہ وکالت میں تو از حد ضروری شے ہے۔ یہی عقل سلیم وہ صفت ہے جس کے بغیر دوسرے تمام اوصاف بیکار ہیں۔ اور جسکے سامنے تقریباً ساری اور صفتیں زاید و فضول ہیں۔

وکیل کو ہمیشہ فطرت انسانی سے سابقہ پڑتا ہے یہ فطرت

صرف ایک آلہ ہی نہیں جس سے وہ کام لیتا ہے بلکہ اسکی محنتوں کا ایک میدان بھی
خواہ وہ اپنے فریق ثانی کو جانچے یا جوہری کی لائقوں کا اندازہ کرے یا گلوہوں کے
چال چلن اور طبیقوں کا موازنہ کرے۔ انسانی فطرت اور انسانی طبیعت کا علم ہی اس کے
لئے کلید کامیابی ہے۔ جب انسان کو محض ایک آلہ یا کل سمجھ کر اُس کے ساتھ برتاؤ
کیا جاتا ہے جیسا کہ بعض دکھلاؤ کہیں کہیں کرتے ہیں تو اس سے اُس علم سے بالکل
مواقفیت ظاہر ہوتی ہے جو اکثر سب سے آخر حاصل کیا جاتا ہے۔ مگر جو ہمیشہ وکیل کے
لئے سب سے پہلے ضرور ہے۔ جوہری کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا جس سے معلوم
کہ گویا وہ احمقوں کی ایک جماعت ہے۔ سب سے بری حرکت یہی جس کو کوئی انسان
کر سکتا ہے۔ اور اس طرح کا برتاؤ ہرگز کوئی شاذ و نادر بات نہیں ہے۔ نوجوان
ایڈوکیٹ جو بحث و مباحثے کی سوسائٹیوں سے اٹھ کر آتے ہیں۔ کار دان
اشخاص کی عام واقفیت و معلومات کو حقیر سمجھنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ یہ نوجوانوں
کی غلطی ہے۔ ارکان جوہری کی قابلیت و استعداد کچھ بھی ہو۔ خواہ وہ احمق
ہوں یا عقلمند ہوں۔ اگر تم اُن کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو گے جس سے معلوم ہوگا
کہ وہ تمہاری تعظیم کے لائق نہیں۔ تو غالباً تم خود اپنا مقدمہ خراب و برباد کر دو گے
اور اپنے آپ کو ایک نہایت ہی کم عقل آدمی ظاہر کر دو گے۔ یہ ترقیب یقین
ہے کہ عام سے عام جوہری عین بھی ایک دو ذہن آدمی ہوتے ہیں۔ اور پھر
وہ ہی باقی دو سرے رکٹوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اس لئے تم انہیں اپنا دشمن

رموز الکالت

بنانے سے بہت بڑی احتیاط رکھو۔ لیکن اگر تم اپنے الفاظ یا طریقہ عمل سے ان پر یہ ظاہر کرو گے کہ تم انہیں کم فہم سمجھتے ہو تو وہ بے شک تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔

ہمیشہ جوری کے ساتھ برتاؤ مشکل ہے۔ اور جس قدر کوئی ایڈوکیٹ تجربہ کار ہوتا جاتا ہے۔ اوسے قدر وہ اون آدمیوں کے ساتھ نازک برتاؤ کرتا ہے جن کے ساتھ میں اُس کے مقدمہ کی قسمت کا فیصلہ ہوتا ہے۔

معتدل اور نرم آواز کی تقریر ہمیشہ آواز بلند اور پر شور و شغب تقریر سے زیادہ تر موثر ہوتی ہے۔ میری دانست میں تو کوئی فیصلہ شور و غل کے ذریعہ سے کبھی حاصل نہیں کیا گیا۔ نہ جہاگ میں کوئی وزن ہے۔ اور نہ پر شور و شغب تقریر میں کوئی اثر ہے۔ اس سے میرا منشا یہ نہیں کہ معمولی گفتگو یا روزمرہ کی بول چال کالب دلچبہ پر اثر و قوی تاثیر ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے اگر تم کمزور تقریر کے ذریعہ سے جوری پر اثر ڈالنا چاہو گے۔ تو گویا تم ادگمتی ہوئی بھری گہاس اور بڑھتے ہوئے سر پہنے کے میدان کو ایک دیا سلامی سے بھلانے کی کوشش کرو گے۔ خراب تقریر سے خاموشی از حد بہتر ہے ہمیشہ واقعات کو خود آپ اپنی زبان حال سے بولنے دو مگر پر شور و شغب دلچبہ تقریر ہرگز موثر نہیں ہوتا۔ اس سے سامعین کے دلوں میں تعجب پیدا ہوتا گو حیرت تو نہیں پیدا ہوتی۔ میں نے تو نہیں دیکھا کہ کبھی کوئی شور و غل

چھاننے والا ایڈوکیٹ اپنے موکل کے لئے فیصلہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔
جوری کے رکن جو کچھ اپنی دانست میں صحیح باور کرتے ہیں ان کے
 موافق وہ عموماً کارروائی کرنے اور عدل و انصاف سے فیصلہ صادر کرنے کی
 سعی کرتے ہیں۔ فطرت انسانی کا مقتضا بھی یہی ہے کہ وہ یہی کریں۔ لیکن اس
 اعلیٰ درجہ کے وصف میں یہ خوف بھی تو ہے کہ یہی اُن کی عدل و انصاف سے
 فیصلہ کرنے کی خواہش اکثر انہیں خلاف عدل و انصاف نتیجہ کی طرف بھی تو
 رہبری کرتی ہے۔ وہ اپنے دل میں ایک قسم کا فطری عدل و انصاف
 قرار دے لیتے ہیں گویا کہ اُن کے پاس جمیع افراد بنی نوع انسان کے قد و قات
 مانپنے کے لئے ایک ہی عام پیمانہ (معین بندی) ہے اور اگر کل افراد انسان
 اس پر مجبور کئے جائیں کہ اُن کے قد کی بندی اس عام پیمانہ کے برابر ہو تو
 لاریپ ٹھکنے کی تکلیف اور جھکنے کی اذیت بہت کچھ اٹھانی پڑے گی۔ بد قسمتی سے
 یہ فطری انصاف نہ تو لا (قانون) ہے اور نہ ایسی کیونیٹی ہے۔ اور عموماً
 اُس سے فریقین مقدمہ کو ویسا ہی نقصان پہنچتا ہے جیسا کہ اُن لڑکوں
 کو بھینچا تھا جنہوں نے ایک قینچی کو آپس میں اس غرض سے تقسیم کیا تھا کہ انہیں
 سے ہر ایک کو اپنا اپنا حصہ ملے۔

جس ایڈوکیٹ کو یہ معلوم ہو کہ اُس کے عدل کے حقوق اس فطری
 اصول سے غیر مطابق ہیں اُس کو لازم ہے کہ **جوری** پر اُس کی غلطی ثابت

کر لے۔ اور دعاوی متنازعہ فیہ کی نوعیت واقسام صحیح طور سے اُس کے ذہن نشین کر لے۔ یہ غائت شور و غل مچانے سے تو حاصل نہو گی۔ مگر قوائی عقلیہ کے استقلال سے البتہ پوری ہوگی۔ تم پر بھی فرض نہیں کہ تم جو رسی کے تراشے ہوئے اصول کو توڑو بلکہ تمہیں یہ بھی غمزدار ہے کہ تم اُس بنیاد کو بھی جوڑے گراؤ جس پر یہ اصول مبنی ہے۔ یہ کام اولاً تو تمہارے قوائے مدرکہ کا ہے اور ثانیاً تمہارے قوائے استدلالیہ کا ہے۔ اور لاریب اس بات کا اچھی طرح تحقیق کرنا تمہیں لازم ہے کہ تمہارے مقدمہ کی نسبت جو رسی کا کیا خیال ہے انارٹی لوگ تو اس خیال معلوم کرنے والی کارروائی کو ”مطالعہ خیال“ کہتے ہیں۔ مگر دکھا اس کو محض عقل سلیم کا مشق سمجھتے ہیں۔ لیکن ایک قسم کی فکر جو انسانی فطرت کے متعلق معلومات پر مبنی ہے۔ ممکن ہے کہ تم ٹھیک نشانہ کو نہ چہرہ سکو۔ لیکن اگر تمہیں طرز اور مادہ تقریر میں پوری پوری ملاحظہ حاصل ہے تو تم اس نشانے کے چھوٹنے میں کامیاب ہو گے۔ اور اگر تم نہ چہرہ سکو گے تو یہ تمہارے موکل کے حق میں بہت ہی بُری بات ہوگی۔ انسانی فطرت کے متعلق تمہارا علم ناقص ہے اس سے ترتیب بہتر ہے کہ تم بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ بہت کچھ تمہاری حالت، نا اہمی کی مان کی سی ہے۔ جو کو لہو کے بیل کی طرح تدریک میں مین گہو ما کی گرا ایک قدم بھی آگے نہ بڑھو گی۔

خوش ہر سے زیادہ اور کوئی بات جو رسی کے دل میں جلدی

اس خیال کو نہیں پیدا کرتی کہ تم اس کی ذہنی لیاقت کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو۔ خوشامد سے میری مراد اس بھدے اور مبالغ آمیز طرز کلام سے ہے جو ان کلمات میں ظاہر کی جاتی ہے۔ ”ذہین جو رہی“ عقلمند اور فرس جو رہی“ انگلش میں کی جو رہی“ اور اسی طرح کے دوسرے کلمات میں بھی۔ یہ غیر موثر خطاب فقط اسی بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ”فطرت یا طبیعت خلا سے نفرت رکھتی ہے“ ایک قسم کی خوشامد وہ ہے جو قلب کشیم ملین دیتی ہے اور دل کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہے۔ مگر عمدہ طرح سے خوشامد کرنا ایک ایسا نہر اور ایک ایسی خدا داد بات ہے جو بہت ہی کم افراد میں پائی جاتی ہے۔ خوشامد میں وہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جو خود تو براہ راست خوشامد ظاہر نہیں کرتے مگر سامعین کو خود آپ اپنی خوشامد کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ ایسی خوشامد نہایت ہی لطیف اور غیر محسوس ہوتی ہے اور ساتھ ہی اسکے دل خوش کرنیوالی اور نہایت موثر ہوتی ہے۔

انگریز اوس وقت ارکان جوری کے چہرون کو بنوردیکو جب کوئی ایڈوکیٹ اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ ارکان جوری عام انسانی فطرت سے بڑھ چڑھے ہوئے ہیں تو تم اسے چہرون پر اسی قسم کے آثار مثلاً ہڈی کے جو اوس مجمع کے چہرون پر ظاہر ہوتے ہیں جو ایک ٹھونچے تاجر کے گرد اس وقت جمع ہوتے ہیں جب وہ

اپنی چیزوں کی تعریف کرتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں سامعین جیسی طرح سمجھتے ہیں جس طرح کہ تم جانتے ہو کہ وہ بیوقوف بنائے جاتے ہیں۔ مگر یکجہلی صورت میں وہ بیوقوف بنائے جانے سے خوش ہوتے ہیں اور انہیں کوئی بات ناگوار نہیں معلوم ہوتی۔ اور اگلی صورت میں عموماً اونکے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور تمہیں وہ اوسے نظر حقارت سے دیکھتے ہیں جس طرح کہ ایک ایسا کم ظرف فریبی اور مکار دیکھا جاتا ہے جو اگر موقع ملے تو خود او نہیں کو دھوکا دے گا۔ بخبر حقارت آمیز بدنامی کے اور کوئی بات عدالت میں دھوکا دینے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ مگر تم ہوشیاری کے ساتھ ان فنون کے استعمال کے ذریعہ سے ہر ایک بات کو پورا کر سکتے ہو جن کے بغیر ذہانت خود ایک چمکدار ناکامی ہوگی۔

جوری کو متوجہ کرنے کا بہت بڑا موثر طریقہ یہ ہے کہ

ٹھکوا اپنے ارادے میں ثابت قدم رہنا چاہیے۔ یا کم سے کم اس امر ہی کو ظاہر کرنا چاہیے۔ اگر واقعی تم اپنے ارادے میں مستقل رہو گے۔ تو تم اپنی خیالات کا کچھ نہ کچھ پر توجوری کے دل پر ڈالو گے۔ یہی تقریر کا فن ہے۔ یعنی سامعین کو ہم راے اور ہم خیال بنالینا فن تقریر کا کمال ہے۔

دوسرا قابل لحاظ امر یہ ہے کہ تمہاری تقریر منطقی

ہونی چاہیے۔ اسکے بغیر تمہارا مدعاے دلی بھی سمجھ میں نہ آئے گا۔ ممکن ہے

کہ جو کچھ تم کہو اس سے لوگ سمجھیں۔ مگر عموماً تمہاری تقریر لفظوں کا ڈھیر اور منتشر۔ براگندہ اور بے ربط خیالوں کا مجموعہ ہوگی۔

اس سے ہرگز یہ میرا منشا نہیں کہ تمہیں منطقی الفاظ یا اصطلاحوں کا

استعمال بھی ضرور کرنا چاہئے۔ عدالت ایسی اصطلاحوں کے استعمال کی جگہ

نہیں ہے۔ یہ جو کچھ میں نے کہا وہ خاص تمہاری نسبت تھا۔ اور اس سے

کوئی بحث نہیں کہ آیا تمہارے سامعین تسلیم یافتہ یا نا تعلیم یافتہ

اشخاص ہیں۔ انسان کا دل آکر استدلال و حجت ہے اور بہ دلیلین

منطقی پیرایہ میں بیان کی جاتی ہیں انہیں وہاں دلائل کی نسبت جلد تر قبول

کر لیتا ہے جبکہ صغریٰ و کبریٰ اور نتیجے خلاف فطری اور بگڑی ہوئی شکلیں

میں بیان کئے جاتے ہیں۔ سامعین کو تعجب میں ڈالنا تمہارا مقصد نہیں

بلکہ اُن کے دلوں پر کسی بات کا ثابت کرنا تمہاری اصلی غایت ہے۔

ہنرمند اور تجربہ کار اینڈ کیٹ جوری کے سب سے زیادہ

لائق رکن کو بہت جلد معلوم کرنے کا اور پہلے اوس کی طرف مخاطب

ہوگا۔ اور اس امر کی تحقیق میں بھی اسے دیر نہ لگے گی کہ آیا اوسکی

تقریر کا کوئی اثر اس رکن پر ہوا یا نہیں۔ اگر وہ کامیاب ہوگا تو پھر

اسے دوسرے ارکان کی نسبت زیادہ تکلیف اور ٹھانے کی ضرورت

باقی رہے گی بشرطیکہ جوری میں ایسے رکن نہ ہوں جنکی رائے کا رجحان

اسکے مقدمہ کے خلاف ہو۔ اگر اس قسم کے رجحان یا تعصب پایہ جاتین۔ تو ان پر ضرور
 حملہ کرنا چاہئے۔ اور اگر ممکن ہو تو ان کا قلعہ قمع کر دینا چاہئے، کیونکہ ایک یا دو اشخاص کی توجہ کو
 دو سرے لوگوں کے تعصب کی طرف متوجہ کرنا کافی نہ ہوگا۔ توجہ اور تعصب
 یہی دو بہت بڑی قوتیں ہیں جو جوڑی پر اثر کرتی ہیں۔ اگر کوئی تعصب
 یا خلاف رجحان نہ پایا جائے۔ تو تم جوڑی کے سب سے عمدہ ارکان پر
 اپنا دعویٰ ثابت کر کے اپنا مقدمہ جیت لو گے۔ اگر تم سب سے زیادہ توی
 رکن کو اپنی طرف نہ کر سکو تو سب سے زیادہ ضعیف رکن ہی کو اپنے ہم خیال
 بنانے کی کوشش کرو اور اسکو اپنی طرف کر لو۔ کیونکہ اگر تمہیں اس میں کامیابی
 ہوگی۔ تو تم اپنا مقدمہ نہ ہارو گے۔ اس لیے کہ جب گنبد کے اچھے پتے گر جاتے
 تو نہ تو زبر سے ہی پتوں سے بازی جیتی جاسکتی ہے۔ اور تمہیں ایک نا تربیت
 و تعلیم یافتہ شخص کے ساتھ بازی جیتنے کا ویسا ہی حق حاصل ہے جیسا کہ
 ایک حکیم یا فیاضوف کے ساتھ ہے۔ اگر تم اپنے مقدمہ کو ارکان جوڑی
 کے دونوں پر عمدگی اور خوبی سے ظاہر کر سکتے ہو اور اپنے دعویٰ کو عمدہ
 و قانونی دلیلوں سے ثابت کرنے کی لیاقت رکھتے ہو تو جوڑی کے
 رکن تمہاری طرف ہونے کے لئے موجود ہیں۔ مگر یہ نہیں کہتا ہوں کہ
 تمہیں جوڑی کی خوشامد یا چاہیوسی کرنا چاہئے یا ان کے رحم و کرم کی
 قوت کو حرکت دینا چاہئے۔ مگر یہ تو بالکل جائز ہے کہ جوڑی کو اس کی

ترغیب دی جائے کہ وہ خود اس قوت کی طرف رجوع کرے۔ جو شخص براہِ راست جسم و کرم کی استعداد کرتا ہی وہ دانے درجہ کا ایڈوکیٹ ہے۔ مگر جو شخص اپنے مقدمہ کے واقعات اس طرح بیان کرتا ہی کہ جس سے تجوری کو اس کے موکل پر جسم آئے وہ بہت بڑا ایڈوکیٹ ہی۔ اور یہ تو انسانی فطرت سے واقف ہی اور وہ ناواقف ہی۔ یہ تو تمہاری قوت جسم و کرم کو تحریک کرتا ہے اور وہ تمہارے دل میں نفرت اور حقارت پیدا کرتا ہے۔

اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری تقریر عام یا خاص تجوری کی سمجھ میں آئے۔ اور اس کے دل میں تمہاری تقریر کی وقعت ہو تو تمہیں ایک بہت بڑی بلا سے بچنا چاہئے۔ یہ بلائے بے درمان وہ بنائی ہوئی تقریر ہے جس میں آورہ کی وردہ ہوتی ہی اور موٹے موٹے الفاظ اور بہہ ہی تشبیہ اور استعارے ٹھوس ٹھوس گھبرے جاتے ہیں۔ ایسی ملمع کی ہوئی زبان معمولی عدالت کے رگڑے جھکڑوں کو بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ اور بجز ایک خیامی اور وہی عورت کے کانوں کے اور کہیں ہی یہ ساختہ تقریر عمدہ۔ منتخب اور سیما ہو سادے الفاظ کی طرح زوردار اور پرتاثر نہیں ہو سکتی۔ یہ بنائی ہوئی زبان ہی تو بہرہ دہی کی رنگ برنگ پوشاک کی طرح غیر فطری ہوتی ہے۔ اور کار باری زندگی کے روزانہ اور معرکوں کے لئے بالکل نامناسب ہی اکثر دیکھا جاتا ہی کہ بعض محکمہ داران طالب کو ایک ایسی طرز تقریر اور

عبارت میں بیان کرتے ہیں۔ جو نوجوان من چلی چپو کریون کی خیالی اور بڑی باتوں کے اظہار کے لئے مناسب ہوتی ہے نہ کہ ایک فاضل اور لائق آدمی کے پختہ خیالات ظاہر کرنے کے لئے۔ ایک قابل اور خدا و مقدر کو بھی اس کیلئے برسوں کی مشق اور مدتوں کا تجربہ درکار ہے کہ وہ اپنے کلام کو نکات فصاحت و بلاغت سے مزین کر سکے۔ اور تشبیہ و استعارات سے خوبصورتی کر ساتھ کام لے سکے۔ واقعی ایک اعلیٰ درجہ کا مقرر کامل جس میں نفیر برکی قوت خدا داد ہی نہایت ہی محدود طور سے تشبیہ اور استعارات کو استعمال کریگا۔ جب تقریر میں تشبیہ اور استعارات کی بہرہ ریزی جاتی ہے اور کلام میں آرائش و زیبائش کی کثرت ہوتی ہے تو ہمیشہ بعض توضیح اور اظہار مطالب کے ان میں ابہام پیدا ہو جاتا ہے اور کثرت الفاظ فضول کی طرح کثرت استعارات بھی کلام کو مغلق بنا دیتی ہے۔ سب سے زیادہ آورد اور تصنع سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اس سے سامعین کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ ایسے شخص کو جس کے کلام میں آورد اور تصنع ہوتی ہے ضرور ہی کسی قدر حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگتے ہیں۔ بڑے بڑے عقیل اور ذہین اشخاص میں بھی آورد اور تصنع بڑی معلوم ہوتی ہے اور اُن کے ضعف و عجز کو ثابت کرتی ہے۔ اگر بعض اوقات چالاک اور ذکی الطبع لوگوں کی آورد و تصنع برداشت کی جاتی ہے۔ مگر وہ کبھی قابل تعریف نہیں ہوتی۔ اور جب کوئی معمولی آدمی آورد و تصنع سے کام لیتا ہے

توضو در لوگ اُس کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

بجز ششویں صورتوں کے عدالت میں فصاحت و بلاغت کی اعلیٰ قیمتیں ظاہر کر نیکا موقع نہیں۔ عدالت تو ایک محدود جگہ ہے اور اُسکی راہیں معین اور صاف ہیں۔ جن پر چلنا چاہئے۔ ان راہوں میں فن فصاحت و بلاغت کو ملتا نہیں۔ یعنی جس فن کو عموماً فصاحت و بلاغت کہتے ہیں اُس کم استعمال سے عدالت میں پرہیز کرنا چاہئے۔ اگر کوئی ایڈوکیٹ ایک سرسری مقدمہ میں برکٹ یا شیرڈنگ کی سی فصاحت و بلاغت چہانٹے گا تو وہ کیسا معلوم ہوگا! اب ایک مقدمہ میں سلطنت انگلستان کی حیت یا مشروطیت نہیں ہوتی ہے۔ بغیر اس کے کہ انگریزی وضع حکومت پر کوئی سخت حملہ کیا جائے ایک انگریز کیسے بُر کی حماقت کم از کم ثابت جرم کیجا سکتی ہے۔ جب جوہری کے سامنے مقدمہ کی افتتاح کی جائے تو صرف اسی کی ضرورت ہو کہ واقعات سیدھے سادے الفاظ و عبارت میں بیان کر دئے جائیں۔ جس قدر لفظ کم ہوں اسقدر بہتر ہے اور جس قدر دلیل مختصر ہوگی اُسقدر تمہارا بیان غالباً باور کیا جائیگا۔ اگر کوئی بیان قبل اس کے کہ فریق مقابل اس کے خلاف کوئی لفظ ٹانگ منہ سے نکالے استدلال کا محتاج ہو تو اُس کے سننے سے جوہری کو ضرور بالضرور سخت استعجاب ہوگا بعض اوقات ایک ایڈوکیٹ افتتاح مقدمہ میں ایسی تقریر کرتا ہے کہ گویا ہر قدم پر کوشش کوک اور احتمالات کی ٹھوکریں لگتی ہیں اور وہ اس امر کو

الحسب اور
شیخ
عبد
الحسین
شاہ
میر

آغاز مقدمہ ۲۸ رموز الوکالت

اپنی زبان سے خود اقرار کرتا ہے کہ مدعی شرک کی مناسب طرف تھا۔ اور میں ارکان جو ری پراس امر کو ثابت کر دوں گا کہ یہ واقعہ صحیح ہے اس لئے کہ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح سے مقدمہ کا افتتاح کرنا بہت ہی خراب ہے۔ کیونکہ اس سے آغاز ہتھی اُس کے بیان کی صداقت پر شک پیدا ہوتا ہے۔ میں بھی اسی قسم کی غلطی کا مرکب ہونیوالا تھا۔ کیونکہ میری زبان سے یہ نکلا چاہتا تھا کہ جس سیکو میرے بیان میں شک و شبہ ہو۔ وہ ویسٹ سنسٹر ہال میں جا کر سماعت فرمالین۔ لیکن یہ اتنی بڑی غلطی نہیں ہے جس کی تشریح کی زیادہ تر ضرورت ہو۔

ترجمہ کے پہلے جو ری کو تمہارا بیان باور کرنے کی سب سے عمدہ وجہ یہ ہے کہ تمہارے گواہ اُس کی صداقت پر حلف کرتے ہیں۔ جب فریق ثانی تمہارے بیان کی تردید میں واقعات پیش کرے۔ تو اُس وقت دلائل اور ثبوت سرکام لینے کا موقع ہے۔ اور اُس وقت تمہاری دلیلوں میں ایک ایسی تازگی ہوگی کہ اگر وہ پہلے استعمال کجاتی ہیں تو وہ تازگی اُن میں نہ ہوتی۔ یہ دلیل بھی اُن چہرہ لوں کی طرح تیز ہوگی جن کی دوبارین بموقع اور فضل استعمال سے کمزور ہو جاتی ہیں۔ جب انجان پیمنے کو لئے نہیں ہوتا ہے تو جکی والی چکی چلانا باند کر دیتی ہے۔

جب دلائل پیش کرینے میں بہت جلدی نہ کی گئی ہو تو اس سے ایک

اور یہ فائدہ ہوگا کہ تمہارا فریق مخالف تمہاری ہی دلیلوں کو تمہاری خلاف دلائل

نہ لاسکے گا یا اپنے خاص دلائل کو تمہارے اصول کے مطابق نہ کر سکے گا۔ اپنی اچھے اچھے پتے ڈالنے سے پھلے تمہیں مناسب ہے کہ تم اپنے فیرق مقابل کے ہاتھ کے پتوں کا کچھ حال دریافت کرو۔

اسی نکتہ کو طلباء کے راون پر نقش کا لکھ کرنے کی کوشش میں نے بار بار کی ہے کیونکہ یہ امر مجھے از حد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مقدمہ کو بی تیزی اور بری طرح آغاز کرنے کی وجہ سے ایک عمدہ مقدمہ بھی ہارا جاسکتا ہے۔

افتتاح مقدمہ کی وقت سب سے پہلے جو رمی کے دلپاس خیال کو جمانا چاہئے کہ تم خود مقدمہ کو باور کرتے ہو۔ یہ سچی بات اس قدر واضح اور بدیہی ہے کہ اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر وکیل اس بات کو جانتا ہے۔ ہم سب اس سے واقف ہیں یا باور کرنے ہیں کہ ہم اس اصول سے آگاہ ہیں۔ نوجوان طلباء فن و کالت کہیں گے ”واقعی جو رمی کو تمہیں باور کرانا لازم ہے کہ تم اپنے مقدمہ کو سچا سمجھتے ہو۔ ہر شخص اس بات کو جانتا ہے۔“ یہ سہل ہے کہ اس بات کو سب جانتے ہیں مگر میں صرف اس بات کے جانتے ہی کی ہدایت نہیں کرتا بلکہ ایک اور باطنی ہدایت بھی کرتا ہوں جو اس سے بہت مخالف ہے۔ یعنی جو ریکو اس بات کے باور کرانے کی نصیحت کرتا ہوں۔ علم بہت عمدہ چیز ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ اس سے کوئی کام نہ لیا جائے اور وہ محض بیکار ہو۔ ہر شخص بہت کچھ جانتا ہے اور عموماً جو شخص جس قدر کم سن ہوتا ہے۔

اوسعدر زیادہ جانتا ہے۔ میں نے ایسے ایڈوکیٹوں کو بھی دیکھا ہے جن کے طرز عمل سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے مقدمہ کو سچا باور نہیں کرتے۔ ان کے طرز و کلام اور لب لہجہ سے عدم سنجیدگی ٹپکتی تھی۔ طرز بیان کی یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے چھپوری یا دل لگی آمیز تقریر سے زیادہ جو رسی اس شخص میں کسی چیز کو حقارت کی نظر سے دیکھتی جو اس کو مخاطب کرتا ہے۔ جب شایستگی اور تمیز کے ساتھ تقریر میں مزاج آمیز کلمات داخل کئے جائیں تو وہ سب ہی موثر ہوتے ہیں۔ ایسی تقریر ہمیشہ نہایت ہی پسندیدہ و مؤثر اور پرتاثر ہوتی ہے اور ایڈوکیٹ کی خداداد قابلیتوں میں سے اعلیٰ قابلیت سمجھی جاتی ہے۔ مگر اصلی اور مصنوعی چیز میں اس طرح بہت بڑا فرق ہوتا ہے جس طرح کہ طبعی اور بلا تصنع ہنسی اور کتنے کے دانت نکالنے میں ہوتا ہے جو شہر میں ادھر ادھر دوڑتا پھرتا ہے۔ تمھیں چاہئے کہ تم اپنے پاس اصلی چیز کو رکھو نہ کہ جعلی اور نقلی کو۔

اس کے سوا ایک اور برائی ہے جو وکالتی دنیا میں کچھ کم پھیلی ہوئی نہیں۔ وہ بُرائی یہ ہے کہ تم اپنے فیرق مخالف کے ڈیفینسر (دلائل تردیدی) کی نسبت و مہم پیشین گوئی کرتے ہو۔ اور اس کو پہلے سے ظاہر کر دیتے ہو۔ یہ بھی اسی طرح کی غلطی ہے جس طرح کی یہ غلطی ہے کہ نزدیک کے پہلے ہی تم اپنے دعوے کے دلائل پیش کرنے لگتے ہو۔ مگر ایک

حقیقت غلطی شاید زیادہ تر خطرناک ہوتی ہے جو بعض ایڈوکیٹ مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے سے ڈیفینس (تردید) کو خود ہی بیان کر کے اس کا قلع مع ایک بارگی کر دیا جائے اگر تم ڈیفینس کے اس طریقہ کو پورے طور سے ادا کر سکو تو بلا شک لڑائیکا یہ ایک عمدہ طریقہ ہے۔ مگر ہر شخص آؤ نہ نہیں ہو سکتا اور اپنے مخالف کو چاروں شانے چٹ پچھاڑ نہیں سکتا۔ اس زمانہ میں قانون اس طرز عمل کی اجازت نہیں دیتا۔ آسانی اور سہولت کو عدل و انصاف پر قربان کرنا چاہیے اور تمہیں اپنے فریق مخالف کے ساتھ ہمیشہ از رو انصاف لڑنا چاہئے۔ اُسے اپنے عذرات بیان کرنے کا حق حاصل ہے اور بعد ازاں ان کی تردید بشرط اسکاں تمہارے اوپر فرض ہے۔ گو تمہیں ٹھیک ٹھیک وہ راہ بھی معلوم ہو جائے جسے وہ اختیار کرنے والا ہے تب بھی تمہیں آدھی دور پر اوس کو پکڑنا کبھی مناسب نہیں۔ اگرچہ ممکن ہے کہ تمہیں اس کا ڈیفینس (تردید) معلوم ہو جائے۔ تاہم فیصد ۹۹ صورتوں میں تمہیں اوسکا طرز ڈیفینس (طریقہ تردید) معلوم نہیں ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے ڈیفینس کو شروع کر کے اپنے دلائل بیان کر چکنا ہے تو اس وقت تمہیں اوسکے ڈیفینس کی ٹھیک ٹھیک طرز معلوم ہوتی ہے جسے وہ اختیار کرتا ہے۔ اگر اس وقت تم اوس پر فتح حاصل نہیں کر سکتے تو یہ یقین ہے کہ اس سے پہلے بھی تم اوس سے بازی نہیں جیت سکتے تھے۔ رد پڑانے سے پہلے ہی تمہیں اپنے مخالف

حملہ نہیں کرنا چاہیے۔ ورنہ تم خود مندر کے بہل اوندھے گردو گے۔

کم سن اور بعض اوقات سن رسیدہ ایڈوکیٹوں کو

اکثر یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ ”میں نہیں جانتا کہ میرے فاضل دوست

کا ڈیفینس (تردید دلائل) کیا ہوگا۔ جینکینو! واقعی یہ ایک ایسا مقدمہ

ہے جس کا کوئی ڈیفینس نہیں ہے۔“ اور باوجود ان ریمارکوں کے بھی

اکثر فیصلہ اوسے فاضل دوست ہی کی جانب ہوتا ہے۔ جسکے پاس

اونکے بقول کوئی ڈیفینس نہیں ہے۔ ناممکن ہے کہ اس سے زیادہ

محل اور غیر موثر کوئی اور حرکت دنیا میں پائی جائے۔ ایسے کلمات

محض لغو اور فضول ہیں۔ جو نہ تو اقتراح مقدمہ کی کوئی جز بہین اور نہ کوئی

دلائل ہیں۔ ان سے بیان میں کوئی زور نہیں پیدا ہوتا۔ اور یہ کلمات

درست بھی نہیں ہیں۔ ان سے نہ توجہ پر اور نہ جو رے پر کوئی اثر پڑتا ہے۔

بلکہ جس وکیل کی زبان سے ایسے کلمات نکلتے ہیں، یوں وقت خود

اوسے کو یہ کلمات بالکل مایوس اور ناامید ظاہر کرتے ہیں۔

اگر تمہارے فاضل دوست وکیل فریق ثانی کے پاس کوئی

تردید یا ڈیفینس نہیں ہے تو یہ بات تمہارے کہنے کے بغیر از خود ظاہر

ہو جائیگی۔ اور اگر اوسکے پاس کوئی ڈیفینس یا دلائل تردیدی موجود ہیں

تو تمہارے اس کہنے سے کہ اسکے پاس کوئی ڈیفینس نہیں اور واقعی میں

کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوگی۔ یہ اس پرانی دقیانوسی طرز وکالت کا ایک کہنہ اور کرم خوردہ چٹکلا ہے جو اب تقریباً نیست و نابود ہے۔ جو اڈ و کیٹ اس قسم کے کلمات اپنے منہ سے نکالتا ہے وہ اس قدر سخت مغرور اور خود غرض آدمی معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ خود اپنے مقدمہ میں اپنے آپ کو فقط جج اور جوڑی ہی ظاہر نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے فریق مخالف سے اسکے اوس حق کو بھی سلب کرتا ہے جو دینیس یا دلائل تردیدی کے سماعت کی نسبت اسکو حاصل ہے۔

اگر بہت سے نوجوان ایڈ وکٹوں میں طول کلامی اور فضول گوئی کا بین عجیب موجود نہ ہوتا تو پھر اس عیب کی نسبت اور کچھ لکنا البتہ خلاف محل سمجھا جاتا۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ انسان جمع میں فصاحت و بلاغت چھانٹنے سے بہت خوش ہوتا ہے۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ دوسری چیزیں یعنی بہت سی کمزور باتیں بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ اصول یہ ہے کہ تقریر میں حسیقہ کم الفاظ ہونگے اسی قدر وہ عمدہ ہوگی۔ وہ سارے الفاظ یا کلمات زائد فضول ہیں جو اظہار خیالات یا مطالب کے لیے درکار نہیں۔ اور اگر وہ استعمال بھی کیے جائیں تو وہ نہایت ہی عمدہ ہونا چاہیے۔ اور اگر وہ کمال استعمال ضروری نہ ہو۔ تو حسن بیان یا زینت کلام کے لیے انہیں کام

لانا چاہیے۔ کہا جاسکتا ہے کہ جو کلام آرائش و زیبائش سے خالی ہوتا ہے
 اوسمین کوئی حسن اور خوبی نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ یہ بات سچ ہو۔ اور میں
 اس سے ناواقف نہیں ہوں کہ نکات فصاحت و بلاغت تقریر اور مقرر
 دونوں میں حسن اور خوبی پیدا کر دیتے ہیں۔ لاریب اصول فصاحت
 و بلاغت کو حسب موقع و محل کام میں لانا چاہیے نہ کہ خلاف موقع و محل انہیں
 استعمال کرنا چاہیے۔ مگر طول کلامی اور فضول گوئی حسن کلام میں داخل نہیں
 بلکہ وہ تو عیب اور نقص کلام ہے۔ اور جب طوالت کلام کی مشق کی جاتی
 ہے تو حسن کلام بالکل رخصت ہو جاتا ہے۔ عسرت زبان ایک اور
 شے ہے اور انتخاب الفاظ دوسری چیز ہے۔ اور ممکن ہے کہ کہیں عسرت
 زبان اور کثرت الفاظ فضول دونوں موجود ہوں۔ تم نے ایسے مقررین
 کی تقریریں بھی بارہا سنی ہوں گی جنکا ایک ایک جملہ آدہ آدہ گھنٹہ میں
 تمام ہوتا ہے۔ ان کی تقریر اُس گدلی ندی کو یاد دلانی ہے جو طوفان
 یا سخت بارش کے بعد جاری ہوتی ہے۔ جہاں کہیں سیدھا اولٹا
 راستہ پاتی ہے بہتی چلی جاتی ہے بڑا ہی شور و زور کرتی ہے اور
 کسی ایک جگہ ہرگز نہیں ٹھہرتی۔

واقعی یہ تو کوئی بھی نہ کہیگا کہ حسن کلام اور لطف بیان
 سے اجتناب کیا جائے۔ برخلاف اسکے آرائش و زیبائش سے ہوشیار

تمام کلام کو مزین کرنا چاہیے اور انہیں اس طرح سے کلام میں نہیں لانا چاہیے کہ ان سے وہ اثر دور ہو جائے جو انکی وجہ سے کلام میں اور زیادہ تر پیدا ہونا چاہیے تھا تاہم اکثر مقررین کو اس امر سے متنبہ کرنے کی بہت کم حمت ہے کہ کلام بکثرت ارائش و زیبائش سے آراستہ نہ کرنا چاہیے۔ میں نے تو زیادہ ارائش و زیبائش کو کبھی موثر نہیں دیکھا۔ گوالماس ایک ناداؤد قیمتی جواہر ہے مگر بلحاظ ارائش و زیبائش کے اسکا استعمال بھی اکثر بیوقوف و محفل ہے۔ جو تشبیہ یا تمثیل بہت ہی کم استعمال کی جاتی ہے وہ زیادہ تر موثر ہوتی ہے اور وہ حسن کلام میں داخل ہے۔ اور وہ اس قدر پراثر اور عمدہ ہوتی ہے کہ اکثر یہ خوف ہوتا ہے کہ کمین سچے واقعات اور استدلال بھی اس پر سے قربان نہ کئے جائیں ایک عمدہ تشبیہ کا اثر انسان کے دل پر بہت سخت پڑ سکتا ہے اور چونکہ تشبیہ ٹھیک ہوتی ہے اسلئے انسان اس خیال کی طرف مائل ہو جاتا ہے کہ وہ استدلال بھی ضرور ہی صحیح ہوں گے جنکی صراحت اس تشبیہ سے کی گئی ہے۔ مگر اوپننگ اسپچ یعنی مقدمہ کی افتتاحی تقریر میں تشبیہ سے بالکل اجتناب کرنا چاہیے۔ صرف واقعات ہی افتتاحی تقریر کی جان ہیں۔ اگرچہ کہ جب میں آگے چلکر تمثیلات کو لکھوں گا تو اسوقت میں اس امر کے بیان کرنے کی کوشش کروں گا کہ حسب

ضرورت واقعات کو کس طرح تشریحات، تعلقات، اور تاکیدات کے ذریعے سے شرح کر سکتے ہیں۔

افتتاحی تقریر کی جانِ نظم اور ترتیب ہے۔ ان کے بغیر واقعی کوئی بیان اچھا نہیں ہو سکتا۔ جو ری کے سامنے کسی مقدمہ کو بلحاظ تاریخ بیان کرنے یا ترتیب دینے میں وقت ہرگز ایسا گناہ نہیں کرنا چاہیے۔ نظم و ترتیب کی ایک عمدہ نظیر پامر کے مشہور و معروف مقدمہ میں موجود ہے جسے ریگلے کو زہر دیا تھا۔ واقعی یہ ایک اون اعلیٰ درجہ کی نظیروں میں سے ہے جو مستند علم ہو چکی ہیں۔ آگے چل کر اس مقدمہ کا حوالہ دیا جائیگا۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں لوک یکو بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ عمدہ افتتاحی تقریر کے لیے نظم و ترتیب ضرور ہے یہ ایک ایسی سچی بات ہے کہ اسکو تقریباً ہر شخص جانتا ہے اور کسی کو بھی اس سے انکار نہیں۔ مگر جب تک اتنے بہت سے ایڈوکیٹ (وکیل) ایسی کارروائی کرتے رہینگے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کلیہ سے ناواقف ہیں۔ اور جب تک وہ نظم و ترتیب ہی سے صرف بے پرواہی نہ کریں گے بلکہ واقعات اور تاریخوں کو بھی گڈ بڈ کرتے رہیں گے جس سے حج اور جو ری کو سخت پریشانی و تکلیف ہوتی ہے اور جس سے اون کے موکل کی بے آبروی متصور ہے۔ تب تک اس امر کا ان کے دلوں پر حمانا غیر ضروری

نہ معلوم ہوگا کہ ترتیب اوقات۔ ترتیب واقعات اور ترتیب اسباب و نتائج کی جانب بہت ہی بڑی توجہ کرنا چاہیے۔ ہر ایک بیان کو اس قدر بے ترتیبی اور ابتری سے پاک و صاف ہونا چاہیے کہ گویا بہت ہی بڑی صحت کے ساتھ کاغذ پر واقعات کا نقشہ کھینچا گیا ہو۔ واقعات کے ہر ایک سلسلہ میں نظم و ترتیب کو بہت ہی ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اور جب واقعات کے ایسے بہت سے سلسلے موجود ہوں جو اپنا اپنا علیحدہ عمل کر رہے ہوں مگر جو دوسرا یا نائیک کے خاص کھیل پر اپنا اپنا اثر ڈالیں تو اس صورت میں انہیں انہی کی فطری ترتیب و سلسلہ سے بیان کرنا چاہیے یہاں تک کہ وہ سارے واقعات کے سلسلے ایک ہی مشترک نقطہ مرکب پر جمع ہو جائیں۔ نہایت پیچیدہ اور الجھے ہوئے واقعات کے بیان میں بھی کوئی انتشار اور پیچیدگی نہ ہونی چاہیے۔ ان الجھے واقعات کا سلجھانا اور علیحدہ علیحدہ کرنا۔ اونکے باہمی رشتوں کو دکھانا۔ اون کے باہمگر تعلقات کو بتانا اور ادین کے اوس اثر کو ظاہر کرنا جو مقدمہ کے خاص جز پر پڑتا ہے یہ سب ایڈوکیٹ کے کام ہیں اور فن وکالت کی جان ہیں۔ اس لیے غیر متعلق واقعات کو بہت سیاری تمام نکال ڈالنا چاہیے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے جیسا کہ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے۔ وہ تو فقط محنت و مشقت کے ساتھ مطالعہ و غور و فکر کے ساتھ عمل کرنے سے پورا ہو سکتا ہے۔

واقعات غیر متعلقہ سے وہ واقعات مراد ہے جو بلا کسی فطری علّت

یا طبعی تعلق کے واقعات مقدمہ کے ساتھ جُمل جابا کرتا ہے۔ ایسے واقعات

ہمیشہ پائے جاتے ہیں جنہیں ایک نظر سے غیر متعلق کہہ سکتے ہیں۔ مگر

جو دراصل غیر متعلق نہیں ہوتے ہیں۔ ان واقعات کی مثالیں ایسے

مقدمات میں پائی جاسکتی ہیں جو عداوت یا دشمنی پر مبنی ہوتے ہیں۔

ایسے مقدموں میں ان واقعات یا مکالمات پر بھی غور کرنا چاہیے جنکا

اثر مدعی کے دل پر ہوتا ہے۔ الغرض ایسے واقعات کی مثالیں مقدمہ

ازالہ حیثیت عرفی اور بہت سی ایسی دریا ستون میں بھی پائی جاتی

ہیں جنہیں یا تو کسی شخص کی حالت قلبی کی تفتیش مقصود بالذات

ہوتی ہے یا یہی قلبی حالت تحقیقات کا ایک اشد ضروری جز ہو جاتی ہے۔

ایٹو یا امر تنقیح کیا ہے اور وہ کس شہادت پر مبنی ہوگا؟

اسے پہلے معائن کر لو۔ اور پھر تو خود بخود شہادت فطری طور پر مرتب

ہو جائیگی۔ مگر بہت سی صورتوں میں جس امر کا تعین سب سے پہلے

ایڈوکیٹ کے دل میں ہونا چاہیے اس کا کوئی خیال بھی کہی نہیں

کیا جاتا ہے۔

تمثیل کے طور پر فریقین مقدمہ کی ایک بحث حسب

ذیل مندرج ہے:-

زید ایک گم شدہ وصیت نامہ کے نائب کرنیکی کوشش کرتا ہے اوس کا بیان یہ ہے کہ پانچ سال پہلے ایک دن یہ وصیت نامہ تحریر ہو کر مکمل کیا گیا تھا۔ اور وہ ہرگز منسوخ نہیں ہوا۔ مدعا علیہ کا بیان ہے کہ وصیت نامہ حسب منشاء قانون نہیں تحریر ہوا۔ موصی کا دل۔ حافظہ اور عقل درست نہ تھے۔ بعد ازاں بحالت صحت وثبات عقل و ادراک و حافظہ بارادۂ تنبیح وصیت نامہ مذکور چاک کر دیا گیا تھا اور مدعی کوئی وصی نہیں ہے۔ اب یہاں پر بخوبی واضح ہے کہ اس میں بہت سے ایشویا اور متفہم قیام ہو سکتے ہیں۔ لیکن وکیل مدعی پر یہ بھی ظاہر ہے کہ آخر کار اسی ایک سوال پر مقدمہ کا سارا تصفیہ منحصر ہے کہ آیا کسی خاص گواہ نے کسی خاص وقت میں وصیت نامہ کو دیکھا تھا یا نہیں؟ یہ سوال گواہ کے صحت حافظہ پر تصفیہ نہیں پاسکتا بلکہ اس کی صداقت پر اسکا فیصلہ ہوگا اس لیے اس مقدمہ کا فیصلہ بالکل اس ایک حال پر منحصر ہوگا کہ آیا کوئی ایک گواہ باور کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ممکن ہے کہ تکمیل وصیت نامہ میں کوئی شک و شبہ نہ ہو۔ اس میں کوئی بحث نہ ہو کہ ایک خاص وقت تک موصی کی عقل و ادراک صحیح تھے۔ وصیت نامہ کا مضمون کسی مسئلہ وغیرہ سے متاثر ہو سکتا ہو۔ اس سوال کی نسبت کوئی بحث نہ ہو کہ آیا ایک معین لحظہ کے پہلے موصی نے وصیت نامہ کو چاک کیا تھا یا نہیں؟

اس امر میں بھی کوئی بحث نہ ہو کہ ایک وقت معین سے موصی کی عقل و ادراک میں فتور تھا۔ اس لیے خود بخود یہہ الیشو قایم ہو گا کہ آیا دو معین وقتوں کے مابین وصیت نامہ موجود تھا یا نہیں اور اس امر کا تصفیہ اس شخص کی شہادت پر ضرور موقوف ہونا چاہیے جس نے اس سند کو ان دونوں وقتوں کے درمیان کبھی دیکھا تھا۔ اگر اس شخص کا بیان باور کیا جائیگا تو فیصلہ مدعی کی جانب ہو گا اور اگر نہیں باور کیا جائیگا تو مدعا علیہ کی طرف ہو گا۔

یہاں سے ظاہر ہے کہ اون باتوں پر زیادہ زور دینا محض توضیح اوقات ہے جن کی نسبت جون جون شہادت گزرتی جائے گی وہاں وہاں کچھ شک و شبہ باقی نہ رہے گا۔ واقعی واقعات کو بڑی صحت و اختصار کے ساتھ بیان کرنا چاہیے۔ مگر جب یہ واقعات طوالت کے ساتھ بیان کیے جاتے ہیں تو اس سے بجز اس کے کہ جوہری کی طبیعت پر یہ یہ طول کلامی گران گذرے اور خاص امر دریافت طلب ہے اس کی توجہ پھرے اور کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ جو کام دراصل تمہیں کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ تم اپنے گواہ کی صداقت کا سکہ جوہری کے دل پر بٹا دو۔ اگر جوہری تمہارے گواہ کے بیان کو باور نہ کرے گا تو تم مقدمہ ہار جاؤ گے۔ اس لیے تمہیں لازم ہے کہ تم اپنے گواہ کو

اپنے فریق مخالف کے حملوں سے بچاؤ۔ جو اس کے توڑنے یا بگاڑنے میں اپنی ساری لیاقت صرف کر دے گا۔ وہ جانتا ہے کہ تمہارے قلعہ کی یہی کمبختی ہے۔ لیکن تمہیں اپنے گواہ کو کس طرح مضبوط کرنا چاہیے؟ اگر تمہارے پاس اس کے بیان کی کوئی تصدیق نہیں ہے تو اس سے کیا وہ کمزور نہ ہوگا؟ ہرگز نہ ہوگا۔ تمہارے گواہ کے بیان میں ایسے صد ہا واقعات موجود ہیں جن کی تصدیق دوسری شہادت سے ہو سکتی ہے۔ اور اس سے تمہارے گواہ کی صداقت بھی ظاہر ہوگی۔ جب تمہارے پاس کوئی اور تصدیق شہادت موجود نہ ہو تو تمہیں اس قسم کی تصدیق تلاش کرنا لازم ہے اور اگر تم اس امر کو ثابت کر دو کہ دوسرے گواہوں کے بیانات تمہارے گواہ کے بیان میں ان باتوں کی عموماً تائید کرتے ہیں جنہیں نہ تو خود اس نے اور نہ دیگر شاہد نے کوئی ضروری امر خیال کیا اور یہ کہ سارے گواہ باہدگیر کوئی علاقہ نہیں رکھتے ہیں۔ اور اگر تم اس بات کا یقین کرادو گے کہ تمہارے گواہ کا بیان خود بذاتہ معتبر ہے اور نیز ان واقعات مقدمہ کے مطابق ہے جن کے وقوع کا ظن غالب ہے۔ تو اس صورت میں تمہیں اس کا اطمینان رکھنا چاہیے کہ فیصلہ تمہاری ہی جانب ہوگا۔ یہاں تمہارے دل پر اس بات کا جانا خلاف محل نہ ہوگا

کہ ایگزامینیشن ان چیف یا اظہار فریق اول کا ہوش چاری کے ساتھ
 دلانا ایک نہایت ہی اہم شہوری امر ہے۔ اگر ایگزامینیشن ان چیف
 بڑا اور غیر سلسل ہوگا۔ اور اگر صرف نصف ہی داستان بیان
 کی جائیگی تو وہ باتیں جنکی نسبت بہت ہی ظن غالب ہے مشکوک
 اور مشتبہ ہو جائیگی۔ اور تمہارے گواہ کی فقط تردید ہی نہ ہوگی
 بلکہ وہ کمزور بھی ہو جائے گا۔ یہاں سے یہ امر بھی بخوبی واضح ہوگا
 کہ اس قسم کی باتوں میں دلیل و حجت کو کتنا دخل ہے! چوری کسی گواہ
 کے بیان کو بغیر ثبوت اطمینان دلیل کے نہ تو باور کرے گی اور نہ جھوٹا
 سمجھے گی۔ اس لیے اس امر کی احتیاط تمہارے اوپر فرض ہے کہ
 جس واقعہ پر کوئی عمدہ دلیل تمہارے دعوے کی تائید میں قائم
 ہو سکے وہ ایگزامینیشن ان چیف میں صرف ظاہر ہی نہ کیا جائے
 بلکہ وہ خزانہ حافظہ میں بھی محفوظ رکھا جائے تاکہ چوری کی قوت فیصلہ
 پر اثر ڈالنے کے لیے وہ دوبارہ پیش کیا جائے۔

یہاں پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ چوری کے دل پر
 اثر ڈالنے کا ایک ایسا طریقہ موجود ہے جس سے اثر تو پیدا ہو مگر
 یہ مطلق نہ معلوم ہو کہ تم اس اثر کو اسکے دل پر ڈالنا چاہتے ہو۔ یہ
 اور دوسرے تمام طریقوں سے نہایت ہی موثر ہے۔ ہر شخص تہوڑا

بہت مغرور اور خود بین ہوتا ہے۔ اور ہر انسان اپنے آپ کو بہت کچھ عاقل و فہیم سمجھتا ہے۔ وہ خود اپنے آپ ہر شے کو ڈھونڈتا چاہتا ہے۔ یعنی کسی جیستان یا پہیلی کا جواب خود سوچنا اسے اس سے زیادہ پسند ہے کہ اس کو کوئی بتائے۔ اور اس کے دل میں یہ خیال بھی راسخ ہوتا ہے کہ میں بھی اور لوگوں کی طرح غیر شفاف جسم میں سے دور تک دیکھ سکتا ہوں۔“

بہت سی صورتوں میں یہ نسبت حج اور وکیل کے استعارے جوری کی نظر زیادہ دور تک مندرجہ میں پہنچتی ہے۔ اور بعض اوقات کسی نامعلوم وجہ سے جو ہرگز دریافت نہیں ہوتی وہ ایک مقدمہ میں صحیح فیصلہ صادر کرتے ہیں جیسے بہت ہی بڑا تجربہ کار وکیل بھی دیکھ کر اکثر دنگ ہو جاتا ہے۔ اور جسکے وجوہ گو قوی اور عمدہ ہیں۔ مگر وہ نہ تو اسکی اور نہ اسکے مخالف وکیل کی کوششوں کے نتیجے میں۔ بلکہ وہ تو محض واقعات کو عام نظر کے ساتھ دیکھنے سے معلوم ہوئے ہیں جیسا کہ غیر پیشہ ور یا نا آشنا فن کے دل میں پیدا ہوتے ہیں جب وہ اُن واقعات کو دیکھتا ہے۔ اگر تم جوری کے دل پر کسی بات کو اچھی طرح جمانا چاہتے ہو۔ تو تم اس کو براہ راست نہ جھاؤ۔ بہ نسبت چٹیکہ اس غایت کی تکمیل کے لیے کوئی ایسے فریضے موجود ہوں جن کا اثر

جوری کے دل پر براہ راست نہ پڑے۔ جوری کو خود اپنے آپ ہی اس اثر کو ڈھونڈنے دو۔ تمہیں فقط اس امر کا یقین کر لینا چاہیے کہ آیا وہ اثر جوری کے دل پر پڑا یا نہیں۔ جو جرات اور تیزی و چالاک کی حد اعتدال سے زیادہ ہوتی ہے وہ معمولی تیزی کے نہ ہونے سے بھی خراب تر ہوتی ہے۔

ضروری واقعہ کے لیے اسرار مخفی کی نقاب ایک نہایت عمدہ پردہ ہے۔ علی الخصوص جب تم خود جوری ہی سے اس نقاب کو اٹھواؤ۔ (یعنی جس ضروری واقعہ کو تم ظاہر کرنا چاہتے ہو۔ اس کو ایک راز مخفی ظاہر کرو)۔ مثلاً دو معین زمانوں کے مابین کوئی وصیت نامہ پوشیدہ طور سے گم ہوا ہے۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ زید جو اس وصیت نامہ کی رو سے کوئی حصہ نہیں پاسکتا۔ مگر جو اس کے انہدام سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اس دستاویز کو غالباً لے گیا ہے۔ تو تمہیں اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہنا چاہیے کہ دستاویز مذکور کے گم ہونے کی کوئی شہادت موجود نہیں۔ اور یہ کہ صرف موصی کی بہانجی جس کے حق میں اس دستاویز کا محفوظ رہنا مفید تھا

اوقات معینہ کے مابین مکان میں رہتی تھی۔ پھر اگر تم اس بات کو ظاہر کر دو گے کہ زید کبھی ایک لحظہ کے واسطے بھی اس مکان میں آیا تھا تو بغیر اسکے کہ تمہیں اپنی طرف سے براہ راست زید پر کوئی الزام لگانا پڑے جوڑی کے دل میں خود بخود یہہ رائے قائم ہوگی کہ زید نے دستاویز کو منہدم کیا ہے اور نہایت ہی خفیف شہادت پر وہ ایک ایسا حکم صادر کر لیگی جو موصی کے عدم انہدام دستاویز مذکور کے موافق ہوگا۔ الفرض جوڑی خود اپنے آپ ہی سارے ضروری نتائج نکال لیگی۔

فن وکالت کے متعلق یہ کوئی جملہ یا چالاکی نہیں۔

اگر کوئی جملہ یا فریب ہوتا تو اس کا ذکر بیان نہ کیا جاتا۔ کم زور ایڈوکیٹ یا وکلا جیلون اور دھوکوں سے کام لیتے ہیں۔ چالاکی اور فریب ہی کا سب سے بڑا یا سب سے اچھا نتیجہ یہ ہے کہ جن غائبانہ بات کے لیے وہ کی جاتی ہے وہ کبھی اوس سے حاصل نہیں ہوتی۔ فریب اور چالاکی فوراً ہی معلوم ہو جاتی ہے۔ اور جس طرح سے کہ ایک انٹرویو ڈاکٹر کے استشارات اوسکی چالاکی اور فریب دہی کو شہرہ کرنے ہیں اسی طرح سے یہی چالاکی اور فریب دہی اوس مقدمہ کو بھی نقصان پہونچاتی ہے جسکی سرسبزی کے لیے وہ کام میں لائی جاتی ہے۔

اس سے کیا فائدہ ہے کہ تم اپنے فریق مخالف کو حسب

ذیل کلمات سے نقصان پہونچانے کی کوشش کرتے ہو:-

”جٹلمینون! میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ مدعا علیہ نے دغا بازی یا فریب

سے یہ اسباب حاصل کیا ہے۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کے

دلون کو اس کا طرز عمل بھلا نہ معلوم ہو گا۔“ واقعی یہ ایک چالاکی

ہے اور نہایت ہی بھڑی چالاکی ہے۔ اور جس چالاکی کو میں لکھوں گا

وہ بھی ایسی ہی بد نما معلوم ہوگی۔ مندرجہ ذیل چالاکی ملاحظہ فرمائیے:

”فلان فلان معاملہ کا مجھے کوئی زیادہ خیال نہیں۔ اور نہ اس امر کو

کا مجھے زیادہ خیال ہے کہ مدعا علیہ نے یہ یہ کیا اور ایسا ایسا کہا۔

میں تو صرف سرسری طور سے آپ کو ادھر متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔“

یہ وہ دھوکے یا چیلہ بازیان ہیں جو فن وکالت کی حد تک نہیں پہنچتے

اور جو ایک عمدہ مقرر کے لائق نہیں۔ یہ نہ تو کوئی سچی باتیں ہیں

اور نہ صداقت آمیز الفاظ ہیں۔ اور جب تمہاری تقریر میں نہ تو سچائی

ہے اور نہ صداقت۔ تو اس صورت میں وہ کبھی عمدہ اور اعلیٰ درجہ

کی تقریر نہیں ہو سکتی۔ گو تم بہت ہی کچھ اوس کو بناؤ۔ فصاحت اور

بلاغت کی جان راستی اور صداقت ہے۔ اور یہی وہ قوت ہے

جو سامعین کے دلون کو ہلا دیتی ہے اور ان پر اثر ڈالتی ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ کسی مضبوط دعویٰ یا مسلم دلیل کے بیان کرنے کے لیے دو طریقے نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی ناتربیت یافتہ او بے ہنر شخص سچی باتوں کو اس طرح بیان کرے کہ وہ دوسروں کو نہایت ہی ناگوار معلوم ہوں۔ اور وہ فقط ناگوار ہی نہ معلوم ہوں بلکہ حقیقت میں بھی وہ رنج دینے والی ہوں۔ اس لیے تم اگر اپنے سامعین کے دلوں پر اثر ڈالنا چاہتے ہو تو یہ ضرور ہے کہ سچی اور عقلی باتوں کے اظہار میں ہنر اور فن سے مدد لی جائے۔ وہی سچی بات اور وہی خیال عمدہ اور شایستہ زبان میں ظاہر کیا جاسکتا ہی اور وہی بھدے اور ناملائم الفاظ میں بھی بیان ہو سکتا ہے۔ اس بات کے کہنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کس زبان یا کن الفاظ میں بہت ہی موثر ہوگا۔ مگر جن چالاکوں کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے وہ ان دونوں طریقوں سے علیحدہ ہیں اور یہ چالاکیان اُس قدر کسی ایڈوکیٹ کو زیبائیں جو عدالت میں تقریر کرتا ہے جس قدر کہ وہ ایک تماشے والے کے لیے مناسب ہیں جو بازاروں اور میلے ٹھیلوں میں تماشہ کرتا پھرتا ہے۔

جو چالاکیان کلام یا چہرہ بنانے یا ایک مطلب کو اشاروں سے بتا کر ادا کرنے میں کی جاتی ہیں وہ سب تقریباً ایک ہی

ہیں۔ اور ہر شخص کو افسوس کرنا چاہیے کہ اس مہذب اور شایستہ زمانہ میں اس قسم کی حرکتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ بعض ایڈوکیٹ جب جوڑی کے سامنے تقریر کرتے ہیں تو ایسا اپنا منہ ٹھہرا کرتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا بار مقدمہ نے انہیں سخت جسمانی عذاب میں مبتلا کیا ہے۔ بعض وکلا ایسا چہرہ بناتے ہیں کہ اس سے سخت نفرت، حقارت اور غصہ ظاہر ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنے خیالات کو اپنے چہرے سے ظاہر کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا۔ جو کچھ خیالات و احساس دل میں ہوتے ہیں وہی چہرے پر بھی نمایان ہوتے ہیں۔ اور جس طرح سے کہ تم ایک ربر کی گڑیا کے چہرے پر خوشی اور ہنسانشت کے آثار طاری نہیں کر سکتے، ہوا سی طرح تم اپنے چہرے پر بھی ان فطری احساس کے آثار طاری نہیں کر سکتے جو تمہارے دل میں اپنے طبعی اسباب سے پیدا نہیں ہوئے۔ صرف بڑے غور و فکر اور نہایت ہی سخت محنت سے سنگتراشی سنگ مرمر کی صورت پر ایسے آثار طاری کر سکتا ہے جو کسی متد قلبی جذبات کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی صاف اور بڑھی بارت ہے کہ ہر شخص میں فن مصوری یا سنگتراشی کی ایسی قابلیت موجود نہیں ہوتی کہ جب وہ چاہے تو اپنے خاص خاص مصلحت کو

جن سے احساس مطلوبہ چہرے پر طاری ہو سکتے ہیں حرکت دیکر اپنا مقصود دلی حاصل کرے۔ اس لیے اس قسم کی کوششیں صرف قابل تضحیک ہی نہیں بلکہ وہ سفاہت اور حماقت پر بھی مبنی ہیں۔ یہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جب ایک ایڈوکیٹ نے غصے کی صورت بنانے کی کوشش کی تو اس حرکت پر سارے حاضرین عدالت نے رومال منہ پر رکھ کر ہنسی کو ضبط کیا اور ارکان جو ری تو ہنستے ہنستے لوٹ گئے۔ چونکہ وہ نقال نہ تھا اس لیے اس نقل کے کرنے میں اسے کامیابی نہ ہوئی۔ اگر مجھے اتوجازت دی جائیگی تو میں یہ کہوں گا کہ ایڈوکیٹ مذکور نے اپنے چہرے کے ان مناسب عضلوں کو حرکت نہ دی تھی جن سے غصے کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور وہ اس وحشت ناک اثر سے ناواقف تھا جو اس حرکت سے اسکے چہرے پر طاری ہوا تھا۔

اکثر فوٹو گرافر (عکسی تصویر کھینچنے والا) کی شکایت

کی جاتی ہے کہ اس نے تصویر اچھی نہیں کھینچی۔ حالانکہ اس میں تصویر کھینچنے والے ہی کا قصور ہوتا ہے۔ وہ یا تو اپنا عالم کا سا چہرہ بنانے کی کوشش کرتا ہے یا ایک سورا کی صورت کا چہرہ با اوٹارنے کی سعی کرتا ہے یا اپنے چہرے پر خوشی اور ہشاشت کے آثار طاری کرینگی

جدوجہد کرتا ہے۔ الغرض جو بات اوس میں موجود نہیں ہوتی اس کے
ظاہر کرنے کی وہ کوشش کرتا ہے۔ کیا تمہیں یہ خیال ہے کہ ہر شخص
کنیوس یعنی پردے کے سوراخ میں اپنا چہرہ رکھ کر اپنی عمدہ شبیہ
دکھا سکتا ہے؟ میں خیال کرتا ہوں کہ کبھی نہیں۔ عموماً اکثر اشخاص میں
نقل اتارنے یا بنے کی اس قدر کم قابلیت ہوتی ہے کہ اگر وہ کوشش
سعی بھی کریں تو بھی وہ اپنی نفستل نہیں اوتار سکتے۔ میں نے ایک
اور ایڈوکیٹ کو سر ہلاتے اور جوڑی کی طرف اس طرح جھک کر نظر
اوٹھا کر اون کے چہرہ کو تکتے ہوئے دیکھا ہے کہ اگر وکینس
قصہ نویس اس حرکت کو دیکھتا تو ضرور اوس کے دل میں ”جوڑی
ڈروپ“ نامی کتاب لکھنے کا خیال پیدا ہوتا۔ یہ حرکت جوڑی کی
قوت رحم کو جوش میں لانے کے لیے کی گئی تھی۔ مگر اس غایت کے
حصول میں ناکامیابی ہوئی۔ کیونکہ اس حرکت کا یہی نتیجہ نکلا کہ
سامعین نے قہقہے مارے اور اس کا فاعل ایک خراب نقال ثابت
ہوا جو نقل نقل معلوم ہو وہ خراب ہے۔ اور بہ نسبت

میں جوڑی ڈروپ نامی کتاب لکھنے
کا خیال پیدا ہوا کیونکہ
جوڑی ڈروپ کے معنی جوڑی
نے اسے جھکنے ہیں۔

اور مقاموں کے شاید عدالت میں نقل کا نہایت ہی کم تر موقع
ہی۔ جس وقت جوڑی کو یہ گمان ہوگا کہ تم اسے دھوکا دینے کی
کوشش کرتے ہو تو اوس وقت فوراً اوس کے دل سے تمہارا اعتبار جاتا

رموز الوکالت ۵۱ آغاز مقدمہ
 رہے گا۔ اور پھر وہ تمہاری کسی دلیل پر کوئی توجہ نہ کرے گی۔
 جو دلیلیں نہایت ہی مضبوط اور قابل تسلیم ہوں گی اور نہین کو
 جو ری زیادہ تر پر از مکرو فریب سمجھے گی۔

اگر تمہارے دل میں جوش ہے (اور یہ جوش ہونا چاہیے)
 گو تمہارا مقدمہ جسکی تم وکالت کرتے ہو کوئی کیون نہ ہو) تو تمہاری
 کوشش اور سعی کے بغیر خود بخود وہ جوش اور احساس تمہارے چہرے
 پر ظاہری ہوں گے جنکے ظاہر کرنے کے لیے چہرے کے عضلات
 خداوند تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں۔ اور اس بات کا تمہیں یقین دلائیں
 رکھنا چاہیے کہ اگر تم اپنے چہرے سے کسی بات کے ظاہر کرنے کی
 کوشش نہ کرو گے تو تم غلط عضلات کو بھی کبھی حرکت نہ دو گے۔

نوجوان ایڈوکیٹوں کو ایک نہایت ہی عام اور
 دل فریب غلطی سے خبردار کرنا بھی ایک ضروری امر ہے۔ وہ غلطی
 تقلید ہے۔ جو ایڈوکیٹ درحقیقت عمدہ ہوتے ہیں وہ اپنی ایک
 خاص طرز رکھتے ہیں اور ان کے کچھ ذاتی تشخصات بھی علامہ
 ہوتے ہیں۔ اور اگر وہ اپنی خاص طرز اور ذاتی تشخصات کو دوسرے
 ایڈوکیٹ کی طرز اور ذاتی تشخصات کے ساتھ ملا لگا تو اسکی وہ خاص
 طرز اور ذاتی ممیزات بالکل برباد ہو جائیں گے۔ کسی کامیاب آدمی

کی طرز بیان کا چربا اوتارنا یا اوسکی تقلید کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ

کوئی پست قد آدمی کسی طویل القامت شخص کا کوٹ پہنے پھرے

گو یہ کوٹ ایک کے جسم پر تو ٹھیک ہوگا۔ مگر اس کا تو یقین کامل ہی

کہ وہ دوسرے کے بدن پر ایسا بد نما معلوم ہوگا۔ کہ جسکے دیکھنے

سے ہنسی آئیگی۔ جس طرح سے کہ ہر شخص کے قوائے دماغی یا عقلی

خلقی اور فطری ہوتے ہیں اسی طرح سے اس کا طرز بیان بھی

خلقی اور طبعی ہوتا ہے۔ یہ بات بھولنے کے لائق نہیں کہ مقلدین

ہمیشہ اون لوگوں کے عیوب اختیار کرتے ہیں جنکی وہ تقلید کرتے

ہیں۔ اور اون کے محاسن اور خوبیوں کو نہیں اختیار کرتے ہیں۔

مقلد کی آنکھ عموماً تقریر اور طرز بیان کی سختوں اور بناوٹوں

پر پڑتی ہے۔ علاوہ ازیں تقلید بذاتہ خراب چیز ہے۔ وہ تو کسی

اصلی شے کے خیالی خاکے اور بگڑے ہوئے چربے سے زیادہ اڑ

کچھ نہیں ہے۔ گو تقلید کیسی ہی خوبی اور عمدگی کے ساتھ کیجائے

تب بھی تو وہ مقلد کے ذاتیات میں داخل نہیں ہو سکتی۔

اس تقریر کا منشا یہ ہرگز نہیں کہ اعلیٰ درجے کے

ایڈوکیٹوں کی عمدہ کارروائیاں اور لیاقتیں صحت اور غور و فکر

کے ساتھ ملاحظہ نہ کی جائیں۔ اندہ ہی اور بیجا تقلید کی مخالفت کیجاتی ہے

گراس کی ہدایت بنین کیجاتی کہ نہایت ہی قابل دلائق آدمیوں کے ہوتے ہیں اور خوبیان بنظر غور و تعمق مشاہدہ نہ کیجائیں۔ استادان فن وکالت کی تہذیب و شائستگی، ثنات و سنجیدگی ان کے طرز عمل اور چال چلن کی سلامت اور بے ساختہ پن ان کی سیدھی سادھی فصاحت و بلاغت جو مبالغہ اور تعالیٰ سے پاک و صاف ہوتی ہے۔ ان کی تقریر و زبان اور لکھنے کی نظم و ترتیب ان کے ہر منہ آنہ طرز جرح یا کراس اگیزا میں اس کی مونشا گینوں اور بار کیچوں اور ان کے بچوں و خوف و خطر کارروائی یا خود مختاری کو بغور ملاحظہ کرنا چاہئے۔ اگر ممکن ہو تو ہمیں ان باتوں کی تقلید کرنی چاہئے۔ مگر ہمیں ایسے طرز بیان کی تقلید ایک لحظہ بھی جائز نہیں جو حد اعتدال سے بڑھا ہوا ہو۔ گو وہ طرز بیان اس ایڈ وکیٹ میں دلچسپ اور پرائز ہو جہیں وہ بالطبع پایا جائے۔ مقلد ضرور بالفرد و دوسرے یا تیسرے درجہ کا اپنا ہوتا ہے۔ سینچے جبکی وہ تقلید کرتا ہے اس سے کئی درجہ کم ہوتا ہے۔ اور وہ اس سے بھی زیادہ گھٹا ہوا ہوتا ہے۔ مقلد چاہے کیسی کوشش تقلید میں کیوں نہ کرے پہر بھی بہت کم اس کو کامیابی ہوتی ہے اس کو اپنی اس درجہ کی تقلید سے نہایت ہی کم اعتبار و عزت حاصل ہوتی ہے۔

افتتاح مقدمہ میں اعتدال مبالغہ سے زیادہ تر موثر ہے۔ مبالغہ ایک قسم کی کمزوری ہے۔ زور دار یا مبالغہ آئیز الفاظ میں افتتاح کرنے سے کوئی مقدمہ ثابت نہیں ہوتا ہے۔ سمٹھارا حرف اتنا ہی کام ہے کہ تم واقعات مقدمہ کا خلاصہ (جو مقدمہ کے خاکے یا چربے سے کسی قدر زاید ہو) بیان کر دو جنہیں

ثُمَّ ثابت کرنا چاہتے ہو۔ یہ واقعات اسطرح سے بیان کئے جائیں کہ جب جوری کے سامنے شہادت جسکے اجزاء علی العموم غیر مسلسل اور اکثر نہایت ہی پرانگندہ اور منتشر ہوتے ہیں جزاً جزاً پیش کیجائے تو وہ اجزائے شہادت کی یا بھی انفرادی اور کئی النسب معلوم کر سکے اور اُس شہادت کی وقت اُس کے ملین قائم ہو۔ آگے چل کر میں اسکی ایک مثال تحریر کروں گا۔ جو میرے نزدیک اس جدید زمانہ کے نہایت ہی عمدہ نظائر میں سے ہے۔ واقعی میرا یہ خیال ہے کہ اس سے بہتر نظیر ہو بھی نہیں سکتی ہے۔ مگر جو باتیں ہمارے مقدمہ میں ضروری ہوں ان میں سے ایک کو بھی ہرگز نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ جس طرح اُس بات کو جوری کے دل میں جماؤ گے۔ اُسی طرح عموماً وہ اُسے مان لے گی اور اس کی تائید میں شہادت پیش ہونے کے پہلے وہ اُسکی کو تقریباً بطور ثبوت کے تسلیم کر لے گی۔ جب شہادت پیش کیجاتی ہے تو اکثر اوسکا بلہ افتتاح کی وجہ سے بہاری ہو جاتا ہے گو مقدمہ کے واقعات میں نہ تو کوئی تغیر کیا جاتا ہے اور نہ کوئی سبالوہ۔ تاہم افتتاح مقدمہ میں بیان کرنے سے ان میں زیادہ تر اثر پیدا ہو جاتا ہے۔

فرصت کرو کہ ہمارے پاس ایسے مختلف واقعات ثابت کرنے کے لئے چند گواہ موجود ہیں جو باہدگر علیحدہ اور بظاہر غیر متعلق ہیں۔ مگر جو باہر ہم خاص ایشو کے ساتھ براہ راست یا بالواسطہ تعلق رکھتے ہیں یہ گواہ ان متعدد واقعات کو بیان کرتے ہیں جو مختلف زمانوں اور مختلف تقاضوں میں تو واقع ہوئے ہیں۔ مگر سب کے سب ایک ہی خاص مرکز کی طرف مائل ہیں ایک دوسرے کے مصدق و مسلم ہیں

اور مقدمہ کے خاص امر کی جانب ہدایت اور رہبری کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب تم اس قسم کے مقدمہ کی افتتاح کرو اور یہ چاہو کہ تمہارا بیان صاف اور واضح ہو تو لازم ہے کہ تم ایک ایک قسم کے واقعات کو بارہی بارہی سے پورے طور پر بیان کرو جو واقعات باعتبار تاریخ اول ہوں انہیں سب سے پہلے بیان کرنا غالباً اوسے اور انسب ہے۔

جوری کے روپر دو واقعات کو صرف واقعات کے طور پر اس صفائی اور سلاست سے بیان کرنا چاہئے کہ ان کی تصویران کے ذہن میں اثر اُسے۔ اور اسی طرح جب تک مقدمہ کے اور واقعات جوری کے ذہن نشین نہ کر دئے جائیں وقت تک ان کے اس تعلق کو ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہئے جو مقدمہ کے خاص سے وہ رکھتے ہیں۔ اگر یہ تعلق بہت ہی جلد بیان کر دیا جائے گا تو اسکا اثر جاتا رہے گا۔

واقعات کے مسلسل بیان میں انتشار پیدا ہو گا اور سامعین کے دل پریشان ہو جائیں گے۔ پھیلے ایک قسم کے واقعات بیان کئے جائیں اور وہ وقت مناسب پر کام دینے کے لئے تیار کر کے چھوڑ دیئے جائیں۔ بعد ازاں اور اور قسم کے واقعات بترتیب مناسب بیان کرو بیان تک کہ تمہارا سارا مادہ اس عمارت کے بنائے گئے لئے تیار ہو جائے جسکی تعمیر کا تم ارادہ رکھتے ہو۔

جب ارکان جوری تمہارے بیان کے مختلف اجزاء اس طرح سنیں گے تو انہیں فوراً واقعات کا باہمی تعلق معلوم ہو جائے گا۔

اس بات کے کھنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ اگر تم اپنے بیان کے کسی جز

میں مبالغہ کرو گے اور اُسے دیگر چیز سے بڑھا دو گے تو وہ اُن کے ساتھ
 موزوں نہ معلوم ہو گا۔ اور تمہارے بیان کی ساری خوبیوں اور سمجھوتہ کو
 میں بلاؤں گا۔ یہ بہن چاہئے کہ خواہ مخواہ بیان میں فصاحت و بلاغت ٹھونس
 ٹھونس کر بھری جائے۔ جیسا کہ ایک بنیاد دلیوری کے تہوار میں اپنی دکان
 رنگ برنگ کے کاغذوں سے منڈھتا ہے۔ اور نہ یہ مناسب ہے کہ بیان
 میں تعصب آمیز باتیں بہر دیجائیں۔ اچھے یا بُرے مقدمہ میں تعصب مساوی
 طور پر غیر ضروری ہے۔

کسی وکیل کو ضرور بہن کہ وہ اپنے بیان پر تعصب کا رنگ چڑھانے کی کوشش
 کرے۔ بلکہ برخلاف اس کے اُسکو چاہئے کہ وہ ہوشیاری تمام اس کے روکنے
 کی سعی کرے۔ بہن نقطہ ہی کو سنسش کرنی چاہئے کہ تمہارا بیان فطری اور سچا
 معلوم ہو۔ اگر تمہارا بیان سچا اور طبعی نہ معلوم ہو گا تو بہن افتتاح مقدمہ
 میں ناکامی ہوگی۔ افتتاح مقدمہ کے بعد شہادت کا سلسلہ جاری ہوگا۔
 اعتدال قوت ہے۔ گو یہ کیفیت ریچون کی تختی کی عبارت کا
 جملہ تو معلوم ہوتا ہے۔ مگر کیا سوچہ سے وہ یاد رکھنے کے لائق بہن ہے؟
 ایک مشہور و معروف شاہی وکیل نے اپنے مخالف سے کہا: ”ایک افتتاح
 مقدمہ (بیان ابتدائی) قابلِ تریف تھا۔ اس میں نہایت ہی مختصراً انگریز
 زور اعتدال دونوں موجود تھے۔“

واقعی اس افتتاح مقدمہ میں جو قوت تھی وہ اعتدال ہی کے وجہ سے
 تھی یہ ایک ایسا مقدمہ تھا جس کے واقعات کثیر و متعدد اور مختلف الاقسام

تھے۔ مگر وہ ایسا مقدمہ تھا کہ اگر ہمیں وہ واقعی صحیح ثابت ہوتے تو سارا مقدمہ سچا ثابت ہوتا۔ کیونکہ ان دو واقعوں کی نسبت مقدمہ کے دوسرے واقعات کے ساتھ ایسی تھی کہ بغیر ان کے ساری عمارت کا وجود غیر ممکن تھا یعنی اگر یہ دونوں واقعے اپنی اپنی مقررہ جگہ پر پائے جاتے تو اس ساری عمارت کا وجود ایک لازمی امر تھا۔ اعتدال کے ضمن میں اس امر کا ذکر کرنا مناسب ہے کہ طرز بیان اور آواز میں بھی اعتدال ضروری چیز ہے جب کوئی مقرر آواز میں اعتدال پیدا کرتا ہے تو وہ علم فصاحت و بلاغت کی سب سے عمدہ صنعت اور نزاکت حاصل کرتا ہے۔ یعنی خوش آوازی ایک بہت عمدہ صنعت ہے جو تقریر کی موسیقی ہے اور حسیکامشوق سوائے ناکون کے اور کسی دوسری جگہ عدالت وغیرہ میں بہت کم پایا جاتا ہے مگر باوجود اس کے عدالتی تقریر میں خوش آوازی نہایت ہی قیمتی چیز ہے۔ اور اس لئے بڑی محنت و مشقت کے ساتھ اس کا مشق کرنا چاہئے اس زمانہ میں ہی چند ایٹو مقرر موجود ہیں جن میں یہ جادو اثر صنعت اپنی کمال کے درجہ پر پائی جاتی ہے۔ جن حضرات نے ایک بار یہی اٹن مقرر کی تقریر سماعت فرمائی ہے وہ میرے اس رائے کی قدر و قیمت کریں گے جو میں اس وقت آوازی کے بارے میں ابھی تذراطین کی ہے بہت ہی بلند انتہا ہے ای دہمی آواز سے تقریر کرنا عیب میں داخل ہے۔ ان دونوں باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ تقریر کرو۔ مگر سنہ ہی سنہ میں نہ بڑبڑاؤ اور نہ امقدرا اپنے الفاظ کہچو کہ جس سے یہ معلوم ہو

کہ گویا وہ نیٹرو ہیں۔ جنہیں تم گز سے ناپ ناپ کر فروخت کرتے ہو۔ اور تمہیں اس کا یقین نہیں کہ ان کی کس قدر مقدار تمہارے پاس موجود ہے۔ شور و غل مچانے والا آدمی عدالت میں ایک حد تک تو اپنا کلام چلا سکتا ہے مگر جو شخص کوتاہ آوازی کے مرض میں مبتلا ہے اسے اپنا کام چلانا بالکل دشوار ہے۔ جب ارکان جوری اپنے ہاتھ کا قانون کے پیچھے لگا کر اور اپنے منہ کہو لکر دکیل کی تقریر سننے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس طرح کچھ آواز تو کان میں آئیگی تو اس وقت ان کے چہروں پر خوب تکلیف کے آثار طاری ہوتے ہیں انہیں کوئی شخص بھی دیکھنا نہیں پسند کرتا بعض اوقات کوتاہ آوازی یا آہستہ تقریر دینے کا باعث بے پرواہی ہوتی ہے۔ اگر یہ سبب ہے تو ثابت قدمی سے وہ دور ہو جائیگا۔ مگر اس میں شک ہے کہ ایک بے پروا نوجوان دکیل کو عدالت میں اس قسم کی ثابت قدمی کے مشق کا کوئی موقع ملے گا۔ مگر ایسے بہت سے مقامات ہیں جہاں حسب وخواہ ثبات و استقلال کا اکتساب ہو سکتا ہے سمندر۔ ریگستان۔ وغیرہ مقام دنیا میں موجود ہیں۔ لیکن اس اکتساب کے لئے تمہارا انسان کم از کم ایک نہایت ہی تکلیف دہ مگر بہت ہی مفید مقام ہے۔ اپنے نفس کو فحاشی کر کے تقریر دینا کوئی آسان امر نہیں۔ اس کام کے لئے بہت بڑی جرات اور ثابت قدمی درکار ہے۔ تمہیں اپنا یہ خیال دور کرنا پڑے گا کہ اپنے آپ بائین کرنا حماقت ہے اور بظاہر مہنسی کی بات ہے۔ تم خود اپنے کانوں سے

اپنی آواز کا لہجہ سنو گے۔ اگر تم آپ اپنی نظر میں ایک بہت بڑے لایق و فایق آدمی نہیں تو خود یہ تمہاری ہی آوازیں تمہارے دل حضرت دلاست کا اثر پیدا کرینگی۔ کبھی کبھی تم فصاحت و بلاغت کے آسمان میں استقدربند پردازیاں کرو گے کہ گویا تم غبارے میں بیٹھے ہوئے اوڑتے چلے جاتے ہو۔ اور پہر اکیبا رگی فلک الافلاک سے زمین پر دھڑ سے گرتے ہو۔ اور جب تم منہ کے بل گر پڑتے ہو تو اس وقت بالظہر تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیا مجنونانہ حرکت تھی۔ مگر تنہائی میں تقریر کا مشق اسی وجہ سے بہت مفید ہے کہ انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اپنے آپ باتیں کرنا ایک مجنونانہ حرکت ہے اور بظاہر یہ فعل مبہنی بر حماقت ہے اور پہر وہ اس خیال کا مقابلہ کرتا ہے جو شخص اپنی بے پرواہی اور بے خیالات پر اچھو کر میں غالب آتا ہو وہ بالیقین مجمع میں ان پر فتیاب ہو گا۔ علاوہ ازیں تنہائی میں تقریر کرنے سے ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ آدمی اپنے الفاظ کو خود اپنے کانوں سے سنتا ہے اور انکی برائی بھلائی سمجھتا ہے۔ اور اگر آواز کے گھٹاؤ بڑانے کی استعداد تم میں موجود ہے تو تمہیں اسکا مشق ایسی ہی جگہ کرنا چاہئے جہاں اور کوئی دوسری آواز دخل نہ ہو۔ بجز اپنے کمرے کے اور کسی جگہ تم اپنی آواز کا اکتساب نہیں کر سکتے اور اسکی قابلیت کو نہیں جانچ سکتے ہو

واقعی وکالت کے اس شعبہ کی طرف بہت ہی کم توجہ ہے۔

بہت سے دکھ اور اس خیال کے ساتھ اپنے پیشہ کی کارروائی شروع کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے فطرتاً سب آدمیوں کو علیٰ العموم عمدہ اور ملایم آواز عطا فرمائی ہے۔ اور انہیں شیریں کلامی عنایت کی ہے۔ اور انہیں ان دونوں قدرتی قابلیتوں کے استعمال کا فن ہی تکمیل کے ساتھ حاصل کرنا چاہیے۔ حالانکہ بہت ہی کم اشخاص میں خوش آوازی فطرتاً پائی جاتی ہے اور سب کو تکمیل کیلئے اکتساب فروری کر اس صورت میں ان آوازوں کا مستحق نوید رہا ہے۔ جو رنگین اور شیریں بہنیں ہیں اور جو بہت ہی کرخت اور ناگوار ہیں۔ حتیٰ الامکان ہر باجا بجانے والا آدمی نہایت ہی خوش آواز باجا ہیسا کر نیکی کوشش کرتا ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ اس سے اسکو بڑی ہی کامیابی ہوگی چونکہ اس طرح ہم بھی عدالت میں اپنی آواز کے باجے سے کام لیتے ہیں اور اسکو اسی غایت کے لئے استعمال کرتے ہیں جسکے لئے ایک باجو والا اپنے باجے کو استعمال کرتا ہے اس لئے ضرور ہے کہ ہم بھی اپنے باجے کو ناممکن خود نہایت ہی خوش آواز بنائیں اور جہاں تک ہمیں قابلیت ہو اس کو ترقی دیں۔

اس فصل کے خاتمہ پر اس امر کا ذکر کرنا فضول نہ ہوگا کہ ہمتیاری مقدمہ میں مقرر کو جلدی نہیں کرنی چاہی۔ اصولاً تجلیل کلامی کوئی معمولی غلطی نہیں ہے۔ مگر بہت سے ایسے اشخاص پائے جاتے ہیں جو بہت ہی جلدی باتیں کرتے ہیں۔ اور اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی کم بھتے ہیں۔ جو اشخاص کہ نہایت ہی لائق اور کامل مقرر

ہنین ہنن ایک فقرہ منہ سے نکالنا مشکل ہے۔ جو مقرر بہت بہتہ تقریر کرتا
ہیں اُن کے کلام کو بھی پورے طور سے سُننا ہمیشہ جو ری کیلئے کوئی آسان امر
ہنن ہے۔ مگر جو شخص کہ نہایت ہی جلدی جلدی تقریر کرتا ہے اور کبھی ایک سالم
جملہ بھی علیحدہ ہنن بولتا اُسکی تقریر کی سماعت میں کیا کچھ دشواری ارکان
جو ری کو پیش نہ آئیگی جا میرے نزدیک ایسا مقرر اور جو ری اس خرقہ گوش
اور شکاری سکتے کی طرح ہوتے ہیں جو اندھیرے میں بہا گتے پھرتے ہیں یا
پولس اکی سرخروسانی کے مانند ہیں۔ وہ سید ہر رستے پر ہنن ہوتے جب ایک
جلدی تقریر کرنے والا نوجوان وکیل بیٹھا تو جو ری کے ایک رکن نے کھانا:

”دیکھو تو اسکا سر پاؤن کچھ بھی معلوم نہ ہوا بہت ہی جلد تقریر کرتا ہے۔“
دوسرے رکن نے پوچھا۔ ”و دعویٰ کیا ہے جا“ تیسرے نے دریافت کیا۔ ”کیا
یہ دعویٰ کے وکیل ہیں یا مدعا علیہ کے جا“ اگر کوئی وکیل شامعین کے دلون پر
اپنی تقریر کا اس سے بہتر اثر ہنن ڈال سکتا ہے تو اسکو ہرگز مناسب ہنن کہ وہ
نہو اپنے مقدمہ کا افتتاح آپ کرے۔ صرف وہ اپنی موکل کو نقصان پہونچا سکا
آہستگی۔ اختصار۔ یقین۔ یہ تینوں باتیں نوجوان وکیلون کے لئے عمد

اصول ہیں۔ افتتاح مقدمہ میں طول و طویل تقریر غیر ضروری چیز ہے اس سے
سامعین کے دلون پر بار پڑتا ہے۔ فقط تکرار الفاظ و مطالب سے تقریر طول د
طویل ہو سکتی ہے۔ اس سے پیری مراد یہ ہنن کہ تم گز سے ناپ ناپ کر تقریریں
دیا کرو یا حسب ضرورت انکے طول میں سے قطع برید کیا کرو۔ میں تو قہوت

فضول الفاظ کی نسبت کہتا ہوں نہ کہ وقت کی نسبت لیکن یہ کہ جس تقریر میں صرف بیس ہی منٹ کا عرصہ گزرے وہ بھی طول و طویل ہو اور جو تقریر چھ گھنٹے میں کیجائے وہ بڑی خوبی کے ساتھ مختصر ہو۔ طیرن کے جعل سازی کے مقدمہ میں جو افتتاحی تقریر دی گئی تھی وہ کئی دنوں میں ختم ہوئی تھی۔ مگر یہ تقریر حسن بیان، ترتیب واقعات اور اختصار کلام کا نمونہ ہے۔

بہ نسبت لمبی جوڑی تقریر کے مختصر تقریر زیادہ میسر ہوتی ہے جب ارکان جوری اپنی بے ہزار نگلیوں سے اپنی میز کے تختے کو ہٹونکتے ہیں تو یہ حرکت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ تمہاری تقریر بہت طول و طویل ہے۔ اور اس وقت تمہارا ہر ذریعہ لفظ صرف ارکان جوری کے دل ہی پر بار نہیں ہوتا بلکہ اسکا اثر تمہارے موکل پر بھی پڑتا ہے اس لیے زبان و بیان کی ان خوبیوں کے ساتھ جنگلے بغیر کلام نہایت ہی بے تک اور روکھا پیکھا ہونا ہی جب قدر کم الفاظ تم استعمال کرو گے اسقدر تمہاری تقریر عمدہ ہوگی۔ اس سے میرا یہ ہرگز مقصد نہیں کہ تمہاری تقریر تاریکی عبارت کی طرح مختصر ہو بلکہ مقصود یہ ہے کہ تمہاری تقریر چشود زواید سے پاک ہو تاکہ اوس میں زیادہ تر زوائد مناسب اور شن پیدا ہو جائے۔

جوری وکیل کے خیالات یا قیاسات کی طرف کم توجہ کرنی ہے۔ وہ تو مقدمہ کے واقعات چاہتی ہے۔ اور چونکہ ارکان جوری محض واقعات ہی کا ہوتا گارہوتے ہیں اس لئے تمہیں لازم ہے کہ تم انہیں اس طرز سے انکو

روبرو بیان کر دے کہ جس سے وہ عرفان کے حافظہ ہی میں محفوظ نہ رہیں بلکہ
تہماری غایت اور تمہارے موکل کے فائدہ کے مطابق وہ اپنی اور کوئی
بھی ترغیب دین۔

ایک اور قابلِ اقتباس غلطی یہ ہے کہ جواری سے رحم و کرم کی خواہش کچھ
یہ ایک ایسی حرکت ہے جس سے اراکینِ جوری کو ہنسی معلوم ہوتی ہے کیل
کا رونا اور سامعین کا ہنسنا ایک ایسا تماشہ ہے جو نامک اور بہانوں کی
محفل کے لئے مناسب ہے۔ حکمِ عدالت کے لئے موزوں نہیں ہے۔ سامعین
کو جوش دلانے اور انکو قوائے نفسانیہ کو تحریک کرنے والی قوت وہ اعلیٰ
اور کیا ب خدا داد جو ہر ہے جو حقیقتاً ایک فصیح و بلیغ شخص میں پایا جاتا ہے۔
یہ اتنی بڑی قوت ہے کہ خود اسکو فصاحت و بلاغت کہہ سکتے ہیں۔ مگر یہ
انسان کے دل پر قابو پیدا کرنے والی قوت عمل اور کتابت سے حاصل
نہیں ہوتی ہے۔ نہ تو وہ مشق سے آتی ہے اور نہ کوئی مقرر اپنے ارادے سے
پر جوش ہو سکتا ہے وہ خود روئی کی صورت بنا سکتا ہے مگر دوسروں کو نہیں
رولا سکتا ہے۔ وہ اپنا سر ہلا سکتا ہے۔ ہاتھ پاؤں مار سکتا ہے کہیں
ٹکا سکتا ہے اور قلب پر اثر ڈالنے کے لئے جو حرکتیں چاہے سو کر سکتا
ہے۔ لیکن اپنے سامعین کے دلوں کو وہ حرکت نہیں دے سکتا ہے
خوش قسمتی سے یہ ایک ایسا خدا داد جو ہر ہے جسکی عدالت میں بہت کم صورت
جو بخلات اسکو اگر کسی میں نظر آئے جو جوش دلانے والی قوت موجود ہو تو اسکو لازم

کہ وہ بہت بڑا نیکی اور گھٹا نیکی کو شنس کرے۔ اگر تم میں یہ جوش دلاؤ اور قواۓ نفسانہ کو تحریک کر توالی قوت خفصاً موجود نہ ہو اور تم دونوں جو جوش دلاؤ اور طبعیت کے ابھار نیکی کو شنس کر دو۔ تو تم اپنے آپ کو نقل اور جہاں ظاہر کر دو گے اور بہات کو دکھاؤ گے کہ بشرط امکان تم نامناسب حرکات ہی کر سکتے ہو بعض ایسے موقع ہی ہوتے ہیں کہ وکیل کو انسانی عہد روی اور رحم و کرم کی قوت کو جوش دلاؤ اور پڑتا ہی یہی ایسے موقع ہیں کہ اگر تم میں یہ جوش دلاؤ والی قوت موجود ہی تو تم اس کو مظلوم اور نقصان رسیدہ کو فائدہ کیلئے بطور مناسب استعمال کر سکتے ہو۔ لیکن اگر تم میں یہ خداداد جوہر موجود نہیں ہی تو تم میں مناسب نہیں کہ تم قابلِ تمیز کی تفسیر سے اپنے مفہم کو واقعات کو ذاتی اثر کو ہی خراب کر دو۔

اس فصل کے خاتمہ پر یہ بات بھی بتائی جاتی ہے کہ جن اشخاص نے فنِ تقریر میں غایتِ شہرت حاصل کی ہے انھوں نے اس کو صرف سخت محنت۔ متواتر مشق اور علم و تجربہ کو متواتر کی تقریر و نکتہ محنت و مشقت کو ساتھ ساتھ کر کے ہی حاصل کیا ہے گو صرف ایک وکیل کیلئے ہفتہ سخت محنت اور پڑھنا فقہ و علوم ہوتا ہے مگر جب اس امر پر غور کیا جاتا ہے کہ شرین کلامی وسیلہ کامیابی ہی تو بہات کا فروغ و عرف کرنا پڑتا ہے کہ یہ کامیابی یہی ہے جس پر بڑی محنت و جانفشانی سے حاصل کرنا چاہیے۔ علاوہ ازیں یہ بھی نہیں پہونتا چاہیے کہ ابتدائی عمر میں بن قوتوں کا اکتساب بڑی محنت و جانفشانی سے کیا جاتا ہے۔ انہیں کام میں لگائی بہت ہی مواقع پیدا ہو جاتے ہیں۔